

عرفانیاتِ باقی

مجموعۂ کلامِ بلاغت نظام

حضرت خواجہ محمد عبد الباقی المعروف بہ خواجہ بیرنگ باقی باللہ

تالیف و ترتیب

از

سید نظام الدین احمد کاظمی حیرت

تقریظ کتاب از حضرت علامہ شاہ زید ابو الحسن فاروقی مجددی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروردگار جل شانہ وعم احسانہ جناب سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی را اجرہا عنایت فرماید کہ ایشاں اولاً باایں فقیر سعیہا کردند تا کلام حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ را از نسخہائے متعددہ جمع نمودند و بار آں را بہ سعی زیاد بہ حلیۂ طباعت آراستہ کردہ ہدیۂ ارباب قلوب و اہل صفا ساختند و باایں مجموعۂ نفیسہ کہ

زہر یک نقطہ اش چوں سنبل تر
شمیم وصل جاناں می زند سر

عکس مکتوب گرامی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ نیز شامل کردند۔ ایں مکتوب شریف بدست مبارک خاص حضرت امام ربانی نوشتہ شدہ است کہ در دفتر اول مکتوبات قدسی آیات مکتوب دو صد و سیزدہم می باشد ایں مکتوب مبارک از انفس ذخائر طیبہ است کہ از آبا و اجداد کرام عالی مقام قدس اللہ اسرارہم و رحمہم و رضی عنہم بہ ایں فقیر رسیدہ است و نزد وے محفوظ است والحمد للہ الذی تتم بنعمتہ الصالحات والصلاۃ والسلام علی حبیبہ سید الکائنات وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

زید ابو الحسن فاروقی مجددی
خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ۔ چتلی قبر دہلی

چہار شنبہ ۸ صفر سنہ ۱۳۹۰ھ
۱۵ اپریل سنہ ۱۹۷۰م

ای عزیزان دیده ها روشن کنید

عکس مکتوب شیخ احمد سرهندی امام ربانی مجدد الف ثانی
بنام شیخ فرید بخاری که از دست مبارک ایشان
این مکتوب شریف در جلد اول مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ... موجود است

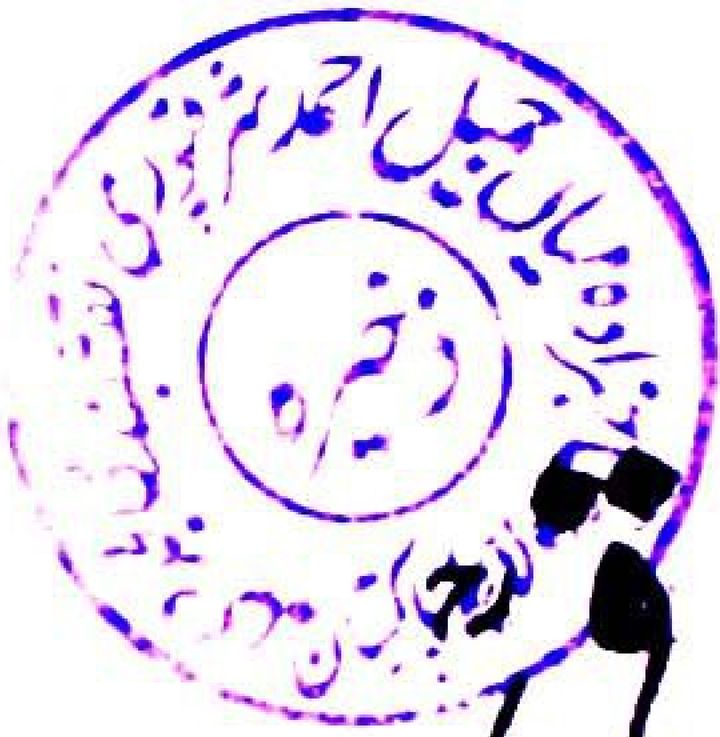
بحرمت جدکم الامجد علیه و علی آله الصلوات
والتسلیمات

قال الله سبحانه و تعالی هل جزاء الاحسان الا الاحسان
نمی داند که احسان شما را بکدام احسان مکافات نماید
الا آنکه دعا بدوام سلامتی و استقامت شما در دین
باشد الحمد لله سبحانه والمنه که این معنی میسر است
واحسان دیگر که لائق مکافات است موعظه و تذکرات
اگر در معرض قبول افتد چه نعمت است خلاصه
خلاصه مواعظ در منع نصایح اختلاط و انبساط با اهل بدعت
و ارباب تشیع است تدین و تشیع مربوط بسلوک
اهل سنت و جماعت است که فرقه ناجیه اند
اسلامیه نجات بی متابعت این بزرگواران
محال است و هلاک این اتباع الای انها متحقق لاجل عقلی
و نقلی و کشفی بر بعضی محسوس است که اخطار خلف
اگر معلوم شود که شخصی برابر دانه خردله از صراط
این بزرگواران جدا افتاده است صحبت او را سم قاتل
باید فهمید و مجالست او را زهر افعی باید انگاشت
علمای بی باک از هر فرقه که باشند لصوص دین اند
از صحبت اینها نیز از ضروریات است این همه فتنه و فساد
که در دین پیدا شده است از شومی اینها است که برای حطام
دنیوی آخرت را بر باد داده اند اولئک الذین اشتروا
الضلالة بالهدی فما ربحت تجارتهم و ما کانوا مهتدین
ابلیس لعین را شخصی دید که آسوده و فارغ نشسته
است پرسید که سبب چیست گفت علمای این وقت در کار ما
نشسته اند و در دست از اغوا و اضلال کوتاه کرده

شامل کتاب عرفانیات باقی

سلسلۂ مطبوعات "شاہ ابوالخیر اکاڈمی" دھلی

نمبر ۳



عرفانیاتِ باقیؒ

یعنی مجموعہ کلام معارف نظام حضرت خواجہ باقی باللہ

مع احوالِ کرامت منوال بزبان اردو از حضرت علامہ

شاہ زید ابو الحسن فاروقی مجددی و بیانِ احوالِ بدایت و

نہایت حضرت خواجہ بزبانِ فارسی از "زبدۃ المقامات"

مرتّب و ناشر

سید نظام الدین احمد کاظمی حیرت رام پوری

قیمت فی جلد چار روپے پچاس پیسے، مجلد پانچ روپے

مطبوعہ خواجہ برقی پریس جامع مسجد دہلی ۶

فہرستِ مندرجاتِ کتاب

ابتدائے کتاب میں حضرت امام ربانی کی مقدس تحریر کا عکس اور آخر میں حضرت خواجہ باقی کے مزار فیض آثار کے قدیم وجدید دو نقشے بنظر تبرک شامل ہیں۔

سپاس و تشکّر

اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ مجھ ایسے بے بضاعت اور کم سواد کو عرفانیاتِ باقی کی ترتیب و تدوین اور تصحیح و اشاعت کا شرف بخشا اور آج حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نادر و نایاب کلام کا یہ روح پرور اور دلنواز مجموعہ قارئینِ کرام کے پیشِ نظر ہے۔

اے خدا قربانِ احسانت شوم

میری یہ کوشش ہرگز منظرِ عام پر نہ آتی اگر مخدوم مکرّم فاضلِ یگانہ حضرت علّامہ شاہ زید ابو الحسن فاروقی مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیرؒ کی رہنمائی اور دستگیری شاملِ حال نہ ہوتی۔ میں اس کرم فرمائی کے لئے حضرت شاہ صاحب موصوف کا بصمیم قلب شکرگزار ہوں۔

کرم کردی الٰہی زندہ باشی

دراصل عرفانیاتِ باقی کی ترتیب و تدوین آپ ہی کے فیضِ صحبت اور شفقت و مرحمت کا ثمر ہے۔ ورنہ

صلاحِ کار کجا و من خراب کجا

سپاس گذار

حیرت کاظمی

نذرِ مُسنحسَن

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کے بلند پایہ معارف پرور کلام کا نادر و نایاب مجموعہ جو ہندوستان میں پہلی بار "عرفانیاتِ باقی" کے نام سے یہ خاکسار پیش کر رہا ہے، بہ کمالِ خلوص و ادب نقیب الاولیا جناب صاحبزادہ محمد مسنحسن صاحب فاروقی سجادہ نشین خانقاہِ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی و مدیر ماہنامہ آستانہ کے ملاحظہ میں ھدیتہً پیش کرتا ہے۔

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من

کہ گُل بہ دستِ تو از شاخ تازہ ترماند

عقیدت کیش

حیرت کاظمی

پیش لفظ

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مشہور اور اثر آفریں شعر ہے :-

می گذشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہی سَرِ راہم بگرفت

درحقیقت اسی "عالم آشوب نگاہ" نے حضرت خواجہ کے قلب و جگر کو سوز و گداز محبت اور نورِ معرفت عطا کیا۔ یہی سوز و گداز محبت اور نورِ معرفت ہے جو حضرت کے کلام منظوم میں درد و تاثیر اور عرفان و آگہی کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے۔

حضرت خواجہ باقی کا یہ مجموعۂ کلام جو "عرفانیاتِ باقی" کے نام سے پیش نظر ہے بلاشبہ صداقت، حقانیت عشق و محبت تصوف و روحانیت علومِ معانی سلاستِ زبان و رحلاوتِ بیان کا مظہر اتم ہے۔

حقیر راقم الحروف کو حضرت خواجہ کی جلالتِ قدر اور محاسنِ کلام نے یہ ترغیب بخشا کہ حضرت کا کلام بلاغت نظام آپ کی سیرت و سوانح کے ساتھ شائع کیا جائے۔

شروع میں کلام باقی کا جو قلمی نسخہ میرے پیش نظر رہا اور اس کو میں نے اپنے لئے نقل بھی کیا وہ حضرت جی صاحب گوالیار کے کتب خانہ کا قلمی نسخہ تھا۔ (کتابت ۱۱۲۰ھ) یہ نسخہ اگرچہ ناقص و غلط تھا لیکن اس وقت کوئی اور صحیح و کامل نسخہ معلوم و دستیاب نہ تھا، جب یہ نسخہ نقل کر لیا اور اسے بامعانِ نظر پڑھا تو معلوم ہوا کہ نامکمل اور اغلاط سے پر ہے۔ اس لئے طے پایا کہ جب تک کوئی صحیح و کامل نسخہ دستیاب ہو کر کلام کی تصحیح و تدوین تسلی بخش طریقہ پر نہ ہو، اسے شائع نہ کیا جائے۔ چنانچہ تین سال تک کلام کی طباعت و اشاعت عمل میں نہ آ سکی۔ بالآخر حضرت

مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ العالی کے تلاش و تفحص کی بدولت یہ مشکل حل ہوئی۔

الحمدللہ کہ اب مندرجہ ذیل نسخوں کے پیشِ نظر حضرت خواجہ کا کلام کامل وثوق و اعتماد کے ساتھ ہدیۂ قارئینِ کرام ہے۔

نسخوں کے لفظی اختلافات ہر صفحہ پر اشعار کے ذیل میں ظاہر کر دیئے ہیں۔

۱۔ نسخہ خطی کتب خانہ حضرت جی صاحب گوالیار بخط زینت سنگھ کا یستھ۔ تاریخ اختتام کتابت بستم ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۰ھ۔

۲۔ نسخہ دوم خطی کتب خانہ حضرت جی گوالیار۔ یہ نسخہ پہلے نسخہ کے مقابلہ میں کامل و خوشخط ہے

۳۔ نسخہ خطی کتب خانہ حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ العالی بخط سید راحت علی امروہوی نقشبندی در ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۳۰۷ھ

۴۔ نسخہ خطی آزاد لائبریری علی گڑھ صدر یار جنگ سیکشن نمبر ۲۱/۹۸ ف محررہ سنہ ۱۰۱۱ھ یہ نسخہ سابق الذکر تمام قلمی نسخوں سے باعتبار قدامت و صحت مقدم و ممتاز ہے۔ لیکن بے ترتیب ہے۔ اور مثنوی گنج فقر کے کچھ اوراق ضائع ہو گئے ہیں۔

۵۔ زبدۃ المقامات (مولفہ مولانا ہاشم کشمی سنہ ۱۰۳۷ھ) یہ کتاب حضرت خواجہ کے حالاتِ زندگی سے متعلق ایک مستند دستاویز ہے۔ اس میں حضرت کے بہت سے اشعار بھی منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مختلف کتب خانوں میں کلامِ باقی کے جو مجموعے موجود ہیں وہ حقیقتاً حضرت خواجہ ہی کے کلام پر مشتمل ہیں۔

۶۔ مطبوعہ نسخہ مثنوی حضرت خواجہ باقی۔ مولفہ مولوی احمد حسین نقشبندی امروہوی طبع شدہ سنہ ۱۳۲۶ھ در محمود پریس حیدرآباد دکن۔

اس نسخہ میں صرف مثنوی گنج فقر، تاریخ تولد خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ اور ساقی نامہ (ناتمام) طبع ہوا ہے۔

خاکسار حیرت کاظمی

"چوں بہندوستان آمدم صحبت افتاد مرا با خواجہ خواجگان محمد باقی نقشبندی، مدتی مشق نسبت خواجگان کردہ طریقہ مراقبہ و ذکر و رابطہ و حضور و یادداشت حاصل نمودم"

"وکان الداعی الیہا و مرشد الطالبین فی بلدنا ھذا الشیخ العارف الکامل سرہ الاعظم ونورہ الاتم سیدنا و مولانا خواجہ محمد الباقی قدس سرہ الاصفی وھو من مشائخنا فی ھذا الطریق"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(ماخوذ از رسالہ وصیت والمکاتیب)

"امروز قائم مقام ایں حضرات علیۃ و نائب مناب اکابر نقشبندیہ اَلْوَاصِلُ اِلَی النِّهَایَةِ، اَلْبَالِغُ اِلٰی اَقْصٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَةِ، قُطْبُ دَائِرَةِ مَدَارِ الْخَلَائِقِ، کَاشِفُ اَسْرَارِ اَهْلِ الْحَقَائِقِ، اَلْفَرْدُ الْکَامِلُ فِی الْمَحَبَّةِ الذَّاتِیَّةِ، اَلْمُحَقِّقُ الْجَامِعُ لِکَمَالَاتِ الْوِلَایَةِ اَلْمُحَمَّدِیَّةِ، مُسْنِدُ اَهْلِ الْاِرْشَادِ وَالْهِدَایَةِ، مُرْشِدُ طَرِیْقِ دَرْجِ النِّهَایَةِ فِی الْبِدَایَةِ، زُبْدَةُ الْعَارِفِیْنَ، قُدْوَةُ الْمُحَقِّقِیْنَ ؎

شرحِ او حیف است با اہلِ جہاں ہمچو رازِ عشق باید در نہاں!
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند پیش آں کز فوتِ او حسرت خورند

شَیْخُنَا وَمَوْلَانَا وَمَلَاذُنَا الشَّیْخُ الْاَجَلُّ وَالْعَارِفُ الْاَکْمَلُ مُحَمَّدُ الْبَاقِیْ اَبْقَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَسَلَّمَهٗ۔

(از مکاشفاتِ غیبیہ[1] صفحہ ۱۵ قلمی)

"شکرِ ایں نعمت بجا می آورد کہ اگرچہ بشرفِ صحبت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات مشرف نشدہ۔ بارے از سعادتِ ایں صحبت[2] محروم نماندہ"

(از مبدا و معاد صفحہ ۵۹ قلمی)

---

(۱) مکاشفاتِ غیبیہ اور مبدا و معاد دونوں کتابیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تصنیفات میں سے ہیں۔ (۲) مراد از صحبت پیر طریقت حضرت خواجہ باقی قدس سرہ ۱۲

"خواجہ باقیؒ در ہند مقتدائی صوفیار بودند
از ارشادِ ایشاں عالمی بہ منزلِ مقصود رسید"

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

(منقول از الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

"خواجہ باقی باللہ دران عہد مقتدائی زمان بود، صفات ذاتی وکسبی وخوارقِ ایشان زیادہ ازان است کہ بزبانِ قلم دادہ شود اکثر درانزوا گذراندہ با مخلوق کم می جوشیدند وازاکثرِ علوم عقلی ونقلی بہرۂ تمام داشتند"

(از تاریخ خافی خان[1] صفحہ ۲۴)

---

(۱) اصل نام محمد ہاشم تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا ایرانی الاصل مشہور مورخ ہے۔ "منتخب اللباب" جو تاریخ خافی خاں کے نام سے معروف ہے۔ اسی کی تصنیف ہے۔ اس میں بابر شاہ کے دورِ حکومت سے محمد شاہ کے عہد تک صحیح حالات لکھنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔
حیرت کاظمی

مُختصر احوالِ کرامتِ منوال

قبلۂ راستان و کعبۂ حق پرستان خواجۂ خواجگان قطبِ جہان مُؤیّدِ الملّۃ والدین الرضی ابوالوقت محمد الباقی، معروف بہ حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدّس اللہ سِرّہٗ ورضی عنہ وافاض علینا من برکاتہ

آپ کے احوالِ شریفہ کو مختصر طور پر سب سے پہلے آپ کے ایک پاک دل مرید نے قلم بند کیا ہے۔ اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ البتہ جو مرثیہ اس نے اپنے پیر و مرشد کا لکھا ہے اس میں اپنا نام رُشدی لایا ہے (۱)۔ یہ اس کا تخلص ہے یا نام واللہ اعلم۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت سے سُنا ہے۔ افسوس کہ حضرت کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس کے بعد کتاب برکات الاحمدیۃ الباقیۃ معروف بہ زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا درجہ ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مصنف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔

---

(۱) چنانچہ کہتا ہے ؎ رُشدی ازاں نفس کہ رُخِ خود نہفت دوست ؎ ساز طرب شکست و نوائے ترانہ مُرد

رُشدی کا یہ اثر آفریں اور درد انگیز مرثیہ اس مجموعۂ شریفہ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ حیرت کاظمی

حضرت کے والد بزرگوار قاضی عبد السلام، سمرقند کے رہنے والے، پاک باطن اور صاحبِ علم و فضل تھے۔ آہ و بکا و تضرع الی اللہ میں اکثر اوقات رہا کرتے تھے۔ سمرقند سے کابل تشریف لائے اور وہاں آپ کی والدۂ ماجدہ سے نکاح کیا۔ ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ[1] میں حضرت کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ خورد سالی سے آپ پر آثار صلاح و بزرگی ظاہر تھے اور آپ کا میلان تجرید و تفرید و تبتل کی طرف تھا اسی زمانہ میں احیاناً ایسا بھی ہوا کرتا تھا کہ آپ کسی گوشۂ تنہائی میں سارا دن خاموشی میں گزار دیا کرتے تھے۔ جب آپ سن رشد کو پہنچے آپ نے علمائے اعلام سے علم ظاہر حاصل کیا۔ آپ نے مولانا صادق حلوائی[2] کی شاگردی اختیار کی اور ان کی رفاقت میں کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے اور تھوڑے عرصہ میں امتیازی شان پیدا کر لی۔ ابھی کچھ کتابیں پڑھنی باقی تھیں کہ جذباتِ الٰہیہ کا غلبہ ہوا۔ اور آپ نے راہ سلوک اختیار فرمائی، ایک دن آپ کو ایک فاضل نے دیکھ کر کہا اگر کچھ دن اور آپ علم حاصل کر لیتے تو بہتر ہوتا، تاکہ آپ کی مولویت پایۂ کمال اور اکمال کو پہنچ جاتی۔ آپ نے عرض کیا کہ مولویت سے مراد مشکل متداول کتابوں کا حل کرنا ہے۔ میں بغیر کسی ادعا کے کہتا ہوں کہ جس کتاب کا حل کرنا فضلاء کے نزدیک مشکل ہو میرے سامنے پیش کریں انشاء اللہ تسلی بخش طور پر حل کر دوں گا۔ صاحبِ زبدۃ المقامات

---

(۱) زبدۃ المقامات میں یہ دو سنہ لکھے ہیں۔ (۲) مولانا صادق حلوائی اپنے زمانہ کے مشہور فاضل اور نغز گو شاعر تھے۔ اکبر بادشاہ کے چھوٹے بھائی مرزا حکیم نے جو اس وقت کابل کا حکمران تھا انھیں کابل میں قیام فرمانے اور سلسلۂ درس شروع کرنے کیلئے متعین کیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ اسی زمانہ میں مولانا صادق کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے اور جب یہ کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ بھی آپ کے ہمراہ گئے (ماخوذ از تذکرۂ علمائے ہند و رود کوثر) خیر شاہ کاظمی

لکھتے ہیں کہ مجھ سے مولانا صادق حلوائی کے شاگردوں میں سے ایک صادق القول فاضل نے کہا کہ جب ہم رفیقوں کو پتہ چلا کہ آپ نے علم ظاہری کی تحصیل سے علم باطن حاصل کرنے کی طرف عنان توجہ موڑ دی ہے تو ہم نے آپس میں کہا کہ آپ فطرۃً ایک باہمت جوان ہیں جس کام کی طرف آپ متوجہ ہوں گے یقیناً اس کو انجام تک پہنچائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

علم باطن اور خدا طلبی کا جذبہ عہد طفلی سے آپ کے پاک سینہ میں ودیعت ہوا تھا۔ آپ کو جہاں بھی کوئی پاک نفس خدا رسیدہ ملتا تھا آپ اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی صحبت اور انفاس قدسیہ سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں بلخ و بدخشاں گئے اور پھر ہندوستان تشریف لائے اور کشمیر بھی تشریف لے گئے اگر کوئی مجذوب الی اللہ ملتا تو اس کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ لاہور کے قرب و جوار میں ایک مجذوب رہا کرتا تھا۔ آپ پر ظاہر ہوا کہ وہ خدا رسیدہ ہے۔ آپ اس کے پاس جایا کرتے تھے کبھی وہ آپ کو دیکھ کر دوسری طرف کو مڑ جاتا تھا اور کبھی آپ کو سب و شتم دیا کرتا تھا اور کبھی پتھروں سے مارتا تھا لیکن آپ نے اس سے منہ نہ موڑا اور برابر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دن وہ دیوانہ فرزانہ آپ پر مہربان ہوا، اپنے پاس بلا کر آپ پر نظر رحمت فرمائی اور آپ کے حق میں دعائیں کیں۔ رُشدی نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک مخلص سے فرمایا اگرچہ ارباب سلوک کی طرح ریاضات شاقہ اور مجاہدات میں نے نہیں کئے ہیں البتہ انتظار اور قلق کی گھڑیاں بہت جھیلی ہیں۔ زبدۃ المقامات میں ہے کہ آپ نے فرمایا میری والدۂ ماجدہ بہت عجز و نیاز سے بارگاہ بے نیاز میں عرض کیا کرتی تھیں۔ اے پروردگار میرا فرزند تیری طلب میں سب سے الگ ہو چکا ہے۔ اس نے جوانی کی لذتوں سے منہ موڑ لیا ہے تو اس کی مراد پوری کر دے یا پھر مجھ کو زندہ نہ رکھ کیونکہ

اس کے قلق اور رنج دیکھنے کی طاقت مجھ میں نہیں رہی، آپ فرماتے ہیں کہ ان کی دعائے نیم شبی کی وجہ سے مجھ پر ابواب کشائش کھلے ہیں۔

آپ جب ہندوستان تشریف لائے اور آپکے دوستوں کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو انھوں نے کوشش کی کہ آپ کو شاہ ہند کے عہدہ داروں کے زمرہ میں شامل کرا دیا جائے۔ لیکن سلطانِ جذباتِ الٰہیہ کے سامنے سب کی مساعی رائگاں گئیں۔ آپ کو مملکتِ دین اور متاعِ یقین کی سلطانی ملنی تھی۔ ان خرفات دینویہ سے آپ کو کیا لگاؤ ہوتا۔

آپنے اپنا ابتدائی حال اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ "پہلی مرتبہ توبہ اور بیعت حضرت خواجہ عبید کے ہاتھ پر کی۔ آپ مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا خواجگی دہبیدی کے۔ چونکہ باطن میں رجوع کرنے کا خیال اور چھوڑنے کا عزم تھا اس لئے استقامت نہ ملی اور دوسری مرتبہ مولانا افتخار شیخ سے بیعت کی جو سمرقند میں قیام پذیر تھے اور خانوادۂ خواجہ احمد یسوی میں سے تھے۔ اگرچہ آنجناب کی مرضی نہ تھی اور آپنے فرمایا تھا کہ ابھی تم جوان ہو لیکن میرے حضرت خواجہ باقی کے مصمم عزم کو دیکھ کر آپنے فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ خدا تم کو استقامت دے۔ لیکن وہی ہوا جو کہ ان بزرگوار نے فراستہً فرمایا تھا۔ چنانچہ عجیب خرابیاں پیدا ہوئیں اور میرا عزم درہم برہم ہوا۔ اور میں بغیر کسی قصد اور ارادے کے حضرت امیر عبداللہ بلخی مدظلہ کی خدمت میں پہنچا اور تجدید بیعت کا ظہور ہوا۔ مصافحہ کے ساتھ ہی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی۔ امید ہے کہ اس عطیہ کے برکات یوم القیامۃ تک باقی رہیں گے۔ القصہ کچھ وقت تک حدود کی نگاہ داشت اور محافظت رکھی۔ لیکن اِسمِ المُضِلُّ نے محافظت کے سد اور بند کو توڑ دیا۔

انجام کار ہدایت صمدیت سے خواب میں خواجۂ بزرگ حضرت بہاء الحق والدین سے بیعت نصیب ہوئی اور اہل اللہ کے طریق کا میلان ظاہر ہوا۔ اور بمصداق اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ۔ یعنی ڈوبنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے۔ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا۔ اسی دوران میں بعض اکابر نے فرمایا کہ وہ ذکر مفید ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ اتصال پہنچے۔ جو طلب اور لگن لگی ہوئی تھی اس نے مجبور کیا کہ انہی حضرت سے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ حاصل کیا۔ دو سال تک ان حضرت کے بتلائے ہوئے ذکر و مراقبہ و اوراد و سلسلہ پر قائم رہا اور ان کی مداومت کرتا رہا۔ کیونکہ ہم نے سُن رکھا تھا کہ جب تک سالک باندازۂ چہل سال لَآ اِلٰہَ کا میدان قطع نہ کرے اِلَّا اللہ کی منزل تک رسائی نہیں ہوتی۔ اور ہماری سادہ لوحی نے ہم کو اتنا قانع رکھا کہ ذکر میں زمانے کے گزرنے کو غنیمت سمجھتا ہوں اور انہی طور طریقوں پر عبادت کے قناعت کروں۔ اگرچہ اس دوران میں دوسرے طریقوں سے استفادہ کرنے کے متعلق اشاراتِ غیبیہ بھی ہوئیں لیکن میرا قدم (دوسرے سلسلوں سے استفادہ کرنے کے لئے) پوری طرح اپنی جگہ سے نہیں اٹھتا تھا اور ان بزرگواران (خواجگانِ سلسلۂ نقشبندیہ) کی زمین کرم میں۔ وَفِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ[1]۔ کا بیج بوتا رہا اور یہ خیال کرتا رہا کہ انشاء اللہ آخر کار دستِ کرم اس بیج کو مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ[2] کی نہر سے سیراب کرے گا۔ آخر کار کشمیر پہنچنا ہوا، اور حضرت شیخ بابلے والی کی خدمت میں حاضری ہوئی اور آپ کی نظر عنایت سے بہرہ مند ہوا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ وہ مبارک نظر بذریعۂ فتحِ باب قبول ہوئیں۔ چونکہ حضرت شیخ سلسلۂ

---

(۱) یعنی اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی نفوس کو خواہش ہوتی ہے (۲) یعنی وہ چیز جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کسی کان نے سُنا ہو۔

عالیہ نقشبندیہ کے بھی مجاز تھے اور طالب کی (حضرت خواجہ کی) استعداد اُن بزرگواران کے آستان کی طرف متوجہ تھی لہذا فیضانِ الہٰیہ اُسی خاندان کے جھروکے سے نازل ہوا۔ اور آپ کی وفات کے بعد حضرات خواجگان کی غیبت معہودہ (نسبت شریفہ) ظاہر ہونی شروع ہوئی اور ان بزرگواروں کی ارواح مبارکہ بشارات اور تلقینات دینے لگیں۔ ان کی توجہات سے اس نسبت میں قوت پیدا ہوئی، دائرۂ غیبت میں وسعت ہوئی، راستہ روشن ہوا اور فی الجملہ اطمینان حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ ان حضرات کی عنایت کی کشش نے مجھ کو مخدومی حقائق پناہی، ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچایا اور اپنی خواہش اور رغبت سے بیعت اور مصافحہ کر کے حضرات خواجگان کا طریقہ حاصل کیا اور حضرت خواجگی اور ارواح طیبہ حضرت خواجہ نقشبند اور آپ کے خلفاء کی ملازمت کے طفیل سے اس طریقہ کے سالکوں اور اس درگاہ کے نیازمندوں میں سے ہوا۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی[۱]۔

حضرت باباے والی کی وفات کے بعد ایک واقعہ میں حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار آپ پر ظاہر ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ مولانا خواجگی کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہاں فتح باب ہوگا۔ اور اسی دوران میں حضرت خواجگی بھی آپ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ اے فرزند ہم چشم براہ ہیں تم ہمارے پاس کب آرہے ہو۔ چنانچہ آپ ہندوستان سے ماوراء النہر کی طرف امکنگ کو روانہ ہوئے۔ لکھا ہے کہ ابھی آپ ایک منزل کے فاصلہ پر تھے کہ حضرت امکنگی بہ اشارۂ غیبی آپ کے استقبال کو تشریف لائے۔

---

(۱) اے میرے پروردگار مجھ کو مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے۔ اور میرا حشر مساکین کی جماعت میں کر اور اس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

آپ نے حضرت خواجگی کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اپنے بعض دوستوں کو ہندوستان خط لکھا۔ اس میں آپ نے اپنا یہ شعر تحریر فرمایا ؎

مَن از محیط محبت نشاں ہمی بیدم ؎ کہ آنخوان عزیزاں بہ ساحل افتاد است

آپ حضرت خواجگی کی خدمت میں تجلّی مصفیٰ مزکّی ہو کر پہنچے تھے۔ چراغ صاف تھا۔ بتی درست تھی۔ تیل موجود تھا۔ صرف دیا سلائی دکھلانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت خواجگی نے دیا سلائی دکھائی اور وہ چراغ روشن ہو گیا۔ حضرت خواجگی نے تین شبانہ روز آپ کو اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر خلافتِ مطلقہ سے سرفراز فرما کر ہندوستان روانہ ہونے کی ہدایت فرمائی، چنانچہ آپ نے ہندوستان جانے کا قصد فرمایا۔ ان دنوں میں آپ نے ایک خط میں یہ شعر تحریر فرمایا ہے ؎

می گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں ؎ عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

آپ ہندوستان پہلی مرتبہ کب تشریف لائے اور یہاں کتنی مدت قیام رہا اور پھر دوسری مرتبہ کب تشریف لائے۔ اس کا بیان نہیں ملتا۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہ جامع ملفوظات نے لکھا ہے " وادا خرہا کہ امرِ مشیخت و ارشاد متروک شدہ بود " ۸۹ قلمی لکھا ہے " فوائدے کہ دریں دو سہ سال ازاں حضرت بمستفیداں رسیدہ در زمان پیش بہ سالہا نہ می رسید " ۸۵ قلمی۔ اور صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے " شاہد عظیم بر علو مرتبۂ ایشاں ہمیں بس کہ دو سہ سال بر مسندِ مشیخت بودند۔ دریں مدت قلیلہ چہ مردم کہ از خوانِ دولتِ ایشاں روزی مند گردیدند " ۷۹ قلمی اور اس کو دیکھتے ہوئے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی ۱۰۰۸ھ کو آپ سے بیعت ہوئے۔ اور آپ کو محسوس ہوا کہ مجھ سے پروردگار کو جو خدمت لینی تھی وہ اسی مردِ عزیز کی تربیت ہے۔ چنانچہ آپ رقعہ ۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ " شیخ احمد نام مردے است در سرہند کثیر العلم قوی العمل روزے چند فقیر باد

نشست و برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار در اوقات او مشاہدہ کردہ بہ آں می ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا از و روشن گردند" معلوم ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ سن ایک ہزار تین یا چار کو ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں قلعۂ فیروزی میں جو کہ اب فیروز شاہ کے کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا۔

آپ کو عزلت اور تفرید سے لگاؤ تھا مشیخت اور صحبت کی خواہش قطعاً نہ تھی۔ زبدۃ المقامات میں ہے کہ مریدوں کے احوال کی طرف آپ دو تین سال متوجہ رہے اور جب امام ربانی مجدد الف ثانی آپ سے بیعت ہوئے۔ "واز یمن انظار و الطاف ایشاں بکمال اکمال رسیدند آنحضرت خود را از صحبت ارباب ارادت باز کشیدند و یاراں را چہ بتعریف و چہ بتکلیف بایشاں حوالہ نمودند۔ یعنی جب آپکے توجہات سے امام ربانی درجۂ کمال کو پہنچ گئے۔ آپنے اپنے اصحاب و یاران کو ان کے حوالہ کر دیا۔ جامع ملفوظات رشدی نے لکھا ہے " از روئے شفقت بتاکید فرمودند کہ چوں فرمان و مرضی در ترک مشیخت است یاراں مارا متصدی تربیت خود ندانند و ہر جا خواہند در طلب مقصود پویند مگر چار نفر کہ دریں تکلیف داخل نبودند۔ یعنی آپنے اپنے رفقاء سے شفقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اشارات اور الہامات غیبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اب مجھ کو مشیخت کا کام چھوڑ دینا چاہیئے لہذا یاران طریقت اب مجھ سے کار مشیخت کی توقع نہ رکھیں جہاں چاہیں جائیں اور اپنا مقصد حاصل کریں۔ بجز تین چار افراد کے جو اس حکم میں شامل نہ تھے" میر محمد نعمان آپکے خاص مریدوں میں سے تھے ان کو بھی ہدایت فرمائی کہ شیخ احمد سے اب رجوع کرو اور ان کے ارشاد پر عمل کرو۔

آپکا بدن کمزور تھا۔ اکثر اوقات آپ مریض رہا کرتے تھے۔ پندرہ جمادی الآخرہ بدھ کے دن آپ کو بخار ہوا۔ یہ آپکا آخری مرض تھا۔ اس مرض میں آپنے حضرت خواجہ احرار کو خواب میں دیکھا "عنایات بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید"

یعنی آپنے نوازشیں فرمائیں اور آخر میں حکم دیا کہ کرتا پہن لو۔ یہ بیان کر کے آپنے تبسّم فرمایا اور ارشاد کیا اگر حیات باقی ہے اس پر عمل کروں گا ورنہ کفن بھی کرتا ہے۔

ہفتہ ۲۵ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱۲ھ حیاتِ دنیویہ کا آخری دن تھا۔ آپ بسترِ علالت پر تھے، نقاہت و کمزوری از حد بڑھ چکی تھی۔ رفیقِ اعلیٰ سے وصال کا وقت قریب آ گیا تھا۔ یارانِ طریقت میں سے جو بھی اس وقت حاضر ہوتا تھا آپ ایک لحظہ بہ نظرِ رحمت اس کو دیکھتے تھے اور پھر بہ اشارۂ چشم یا بہ اِغماضِ نظر اس کو رخصت فرماتے تھے۔ آپ کے خلیفۂ اجل خواجہ حسام الدین احمد تشریف لائے۔ آپ محبّت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگے وہ آہ و بکا میں نظریں نیچی کئے بیٹھے رہے آپنے ان کے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی مبارک انگلیاں ڈالیں۔ خاصی دیر یہی کیفیت رہی اور پھر اپنا دستِ مبارک ان کے سر اور چہرہ پر پھیرا۔ وفات شریف سے دو تین گھڑی پہلے آپنے ذکرِ اسمِ ذات لبطریق جہر شروع کیا، یہ مبارک نام آپ کے لب پر تھا کہ آپنے یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ کی صدائے شیریں سنی اور بصد شوق جانِ شیریں جاں آفریں کے سپرد کر کے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ سے مشرف ہوئے

کہ گفت کہ آں مایۂ امید بمرد ؛ کہ گفت کہ آں دولتِ جاوید بمرد
آں دشمنِ خورشید برآمد بربام ؛ پوشید دو چشم و گفت خورشید بمرد

ابھی دن کا کچھ حصہ باقی تھا جو یہ واقعۂ عظیمہ رونما ہوا مولانا ہاشم کشمی نے سالِ وفات "بحرِ حقیقت بود" سے نکالا ہے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَضِیَ عَنْہُ وَحَشَرَہٗ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔

آپنے اپنے بعد ورثاء میں والدۂ ماجدہ اور دو زوجات طیبات اور دو خورد سال فرزند جن کی ولادت سنہ ۱۰۱۰ھ کو ہوئی تھی ایک خواجہ عبید اللہ معروف بہ خواجہ کلاں متولد اول ماہ ربیع الاول اور دوسرے خواجہ محمد عبد اللہ معروف بہ خواجہ خورد متولد ششم

رجب چھوڑے۔ اور میراث میں از متاع دنیویہ ایک گھوڑا۔ ایک فرش چند کتابیں اور ایک روپیہ (ملفوظات قلمی ص۲۰) اس طرح آپ نے عِشْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرِیْ سَبِیْلِ کی اعلیٰ مثال قائم کی لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّآنٍ۔

تصنیفات : آپ کے مختصر رسائل ہیں۔ نماز تحقیقی و صوری اور توحید کے بیان میں اور تفسیر اعوذ و بسم اللہ و سورۂ فاتحہ و سورۂ والشمس و سورۂ اخلاص و سورۂ فلق و سورۂ ناس و آیت ھو معکم و آیت اینما تولوا و ترجمہ دعائے قنوت و رسالۂ ناتمام در سلوک جو رقعات ہیں ۶۲ ہے اور شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار۔ اس کے علاوہ آپ کا منظوم کلام ہے جو بہت ہی لطیف و شیریں و درد آمیز ہے۔ دو مثنویاں ہیں اور دو تواریخ تولد برخورداران۔ ایک ساقی نامہ و رسالہ پیران طریقت اور کچھ رباعیاں اور فرد۔ آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے سوز دروں کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

صحرا نشیں زسیل حذر کن کہ آستیں	تر میکنم بگریہ و افسردہ می روم
آں گلبنم بباغ تو کز یک نسیم لطف	نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

آپ نے شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار میں توحید وجودی کے اسرار بیان فرمائے ہیں۔ یہ شرح آپ نے ۱۱۰۰ھ میں تحریر فرمائی ہے۔ جامع ملفوظات نے اس سلسلہ میں لکھا ہے "بجہت رعایت ظاہر شریعت ازیں تصنیف خود کہ سخن حقیقت وجود در انجا بخوب ترین تدقیقات مبین است ناراضی بودند و میفرمودند کہ ما ایں تصنیف خوب واقع نہ شدہ و میفرمودند کہ محقق شد کہ ورائے توحید راہے است وسیع و راہ توحید نسبت بہ آں شاہراہ کوچۂ تنگی پیش نیست (ص ۹۶ قلمی) یعنی ظاہر شریعت کی رعایت کی وجہ سے آپ اپنی اس تالیف سے جس میں وحدت وجود کے دقیق مسائل اچھے پیرایہ سے بیان کئے گئے ہیں خوش نہ تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تالیف لکھ کر میں نے خوب نہیں کیا ہے۔

اور یہ بھی فرماتے تھے کہ محقق یعنی ثابت ہو گیا ہے کہ اس مسلک توحید کے بعد ایک اور فراخ شاہ راہ ہے۔ اس شاہراہ کے مقابلہ میں توحید وجودی کا راستہ ایک تنگ کوچہ سے زائد نہیں۔" حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کی بعض رباعیوں کی شرح لکھی ہے۔ اس کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں "مؤید این معنی است آنچہ فضائل پناہی شیخ عبدالحق کہ از مخلصان حضرت خواجہ ما است نقل کردند کہ حضرت خواجہ قبل ایام رحلت میفرمودند کہ ما را بیقین یقین معلوم شدہ است کہ توحید کوچۂ تنگ است شاہراہ دیگر است۔" یعنی اس بیان کی تائید فضائل پناہی شیخ عبدالحق (محدث دہلوی) جو ہمارے حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں، کے قول سے ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ نے ایام ارتحال سے پہلے فرمایا کہ مجھ کو پوری طرح یقین ہو گیا ہے کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہے۔

آپ کا نسب: جامع ملفوظات اور صاحب زبدۃ المقامات نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ حضرات القدس کا پہلا حصہ جس میں آپ کے حالات ہیں۔ اس عاجز کے پاس نہیں۔ البتہ اردو ترجمہ [illegible] ترجمہ جناب احمد حسین خان امروہوی حیدرآبادی نے کیا۔ آپ کے [illegible] کے اسم گرامی کے ساتھ سید لکھا ہے اور پھر صفحہ ۱۵ پر آپ کے پدر بزرگوار کا نام [illegible] لکھا ہے "حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی ہے" غالباً جناب احمد حسین خاں صاحب کو خیال ہوا ہے کہ خلجی کسی جگہ کا نام ہے جو مضافات سمرقند میں ہوگا۔ اس لئے آپ نے قریشی کا اضافہ فرمایا ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد خلیفہ حضرت شاہ غلام علی نے سنہ ۱۲۶۹ھ کو جواہر علویہ لکھی ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں "سمرقندی الاصل کابلی المولد اند خلجی بودہ اند و از جانب والدہ نبیرۂ شیخ عمر باغستانی کہ جد مادری حضرت خواجہ احرار اند می رسند" یعنی آپ کا وطن سمرقند ہے اور ولادت آپ کی کابل میں ہوئی ہے۔ آپ

خلج تھے اور والدہ کی جانب سے حضرت شیخ عمر باغستانی کی اولاد ہیں جو کہ حضرت خواجہ احرار کے نانا تھے" ص۱۹۹ قلمی۔ زبدۃ المقامات میں آپ کی والدۂ مبارکہ کے سلسلہ میں لکھا ہے:
"مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمان سیادت بود" ص۱۳۱ قلمی۔ یعنی آپ کی والدۂ ماجدہ سادات میں تھیں، حضرات القدس کے ترجمہ میں ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ شیخ عمر باغستانی کی اولاد میں سے تھیں اور نانی صاحبہ سادات میں تھیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ معروف بخواجۂ کلاں کا ایک رسالہ مبلغ الرجال ہے اس میں لکھا ہے:" گوید بندۂ سرافگندۂ شرمندۂ ازکردار تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجۂ آفاق سبطِ آل النبی۔ الخ۔ اس عبارت میں آپ نے اپنے والد ماجد کو آل نبی کا نواسہ لکھا ہے۔ اس عبارت سے زبدۃ المقامات کی عبارت کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ سادات میں تھیں۔ مبلغ الرجال کی عبارت سے بعض افراد کو خیال ہو گیا کہ آپ سیّد ہیں۔ اگر آپ سیّد ہوتے تو خواجۂ کلاں آپ کو آلِ نبی تحریر کرتے۔ آل نبی کے نواسہ کے کیا معنی ـــ؟

چونکہ آپ کے مزارِ پُرانوار کے متولی صاحبان اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں اور اپنے کو سیّد کہتے ہیں اس لئے جناب احمد حسین خاں صاحب نے حضرات القدس کے ترجمہ میں سیّد کا اضافہ کر دیا ہے۔

آپ نے خود بھی اپنے نسب کے متعلق ترک لکھا ہے آپ نے خواجۂ خورد کی تاریخ ولادت میں کہا ہے ؎

گل شکرے بوالعجبے دست داد شکر ہندی و گلِ تُرک زاد

یعنی یہ فرزند ایسا گلقند ہے کہ قند ہندی ہے اور پھول ترکی ہے۔

خلج کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ یہ ترک نسل کی ایک شاخ ہے۔ حضرت نے بھی گلِ ترک زاد فرما کر خلج کو ترک قرار دیا ہے۔ سردار فیض محمد خاں ذکریا محمد زائی کابلی نے اس عاجز سے کہا ہے کہ ان کی تحقیق کی رو سے خلج افغان قوم کی شاخ ہے سردار صاحب نے

60376

اس سلسلہ میں ایک مضمون لکھا ہے جو فرانس کے کسی مجلّہ میں چھپا ہے۔

---

(۱) خلجیوں کے نسب کے بارے میں قدیم مورخین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔
نظام الدین احمد بخشی (المتوفی ۱۰۰۳ھ) نے اپنی کتاب طبقاتِ اکبری میں لکھا ہے کہ یہ لوگ
چنگیز خاں کے داماد قالج خان کی نسل سے ہیں۔ اس نسبت سے قالجی کہلاتے تھے۔ الف
کثرتِ استعمال سے گر گیا اور (ق) ۔خ سے بدل گیا۔ اس طرح قالجی، خلجی ہو گیا۔
(طبقات اکبری ص ۱۱۰) صاحب طبقاتِ اکبری کے اس بیان کی توثیق ان تاریخی حقائق
سے بھی ہوتی ہے کہ جلال الدین خلجی اور علاء الدین خلجی جو ہندوستان میں خلجیوں کی حکومت کے
بانی تھے۔ نسلِ چنگیزی سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ الغو خان چنگیز خاں کا نواسہ،
جلال الدین خلجی کا حقیقی داماد تھا اور یہ چار ہزار مردوں اور عورتوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام
ہو کر ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گیا تھا علاء الدین خلجی کے بیٹوں کے نام بھی خضر خاں۔
شادی خان اور مبارک خان تھے، جس سے خلجیوں کا باعتبار نسب "چنگیزی" ہونا ظاہر ہوتا ہے۔
تاہم صاحبِ طبقات ۔نے سلجوق نامہ کے حوالہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی
ہے جس کی بنیاد پر خلجی، ترک قرار پاتے ہیں۔

فخر مدبر۔ ابنِ حوقل صاحبِ حدود العالم اور بارتولڈ (BARTOLED)
وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے کہ خلجی اصلاً ترک تھے اور افغانستان کے ایک علاقہ میں جو "خلج"
کے نام سے موسوم تھا، آباد تھے۔

مؤلفِ حضرات القدس اور صاحبِ جواہرِ علویہ کے بیان کے مطابق حضرت خواجہ
باقی باللہ قدس سرہٗ کو خلج یا خلجی مانا جائے تو مذکورہ بالا دوسری روایت سے حضرت کے ترک نژاد
ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہی حقیقت حضرت زید صاحب نے خواجۂ خواجگان حضرت
خواجہ باقی کے نسب کے متعلق ظاہر فرمائی ہے۔ حیرت کاظمی

حضرت کا مزارِ پُر انوار دہلی (شاہجہاں آباد کی فصیل (اب صرف نقشوں میں اس کا وجود ہے) کے باہر جہت غرب لاہوری دروازہ سے تقریباً چار فرلانگ قدرے مائل بہ جنوب قطب روڈ پر واقع ہے جو کہ شمالاً جنوباً ہے۔ قطب روڈ سے عیدگاہ کو غرباً ایک راستہ گیا ہے۔ اس کا نام عیدگاہ روڈ ہے۔ جہاں سے عیدگاہ روڈ نکلی ہے اس کے مقام انصال کے جنوبی کونہ پر قبرستان واقع ہے۔ یہ آپ ہی کا قبرستان ہے۔ آپ یہاں آرام فرما رہے ہیں۔ مزارِ پُر انوار کی چار دیواری کی شرقی جہت میں آپ کی والدۂ ماجدہ کی قبر ہے۔ مزار شریف کے جہت شمال مسجد شریف کا صحن ہے۔ آپ کے جوار میں ہزارہا بندگانِ خدا راحت کی نیند (نم کنومۃ العروس) سو رہے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس عاجز کے جد امجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ نے آپ کے وصال کی تاریخ اس طرح پر کہی ہے۔

مصدرِ فیض خواجہ باقی ۔۔۔ قبلۂ دین و کعبۂ ارشاد
داشت خلوت در انجمن دائم ۔۔۔ با خدا و ز ما سوی آزاد
چوں برفتہ ز عالمِ فانی ۔۔۔ گشت از رفتنش جہاں برباد
صد ہزاراں بہ ہر زماں ہر دم ۔۔۔ رحمتِ حق بہ روحِ پاکش باد

سالِ وصلش عمر چنیں گفتہ
جنت عدن را بکرد آباد

۱۲ ھ ۱۰

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔
وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

جمعہ ۸ شوال ۱۳۸۹ھ ۔۔۔ زید ابو الحسن فاروقی
۱۹ دسمبر ۱۹۶۹ء ۔۔۔ خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیر، چتلی قبر۔ دہلی ۶

رباعی

قطبی کہ زرازش انفسی آفاقی است
نیم نظرش ہزار دل را ساقی است
ہاشم زمدیحش چہ بگویم ایں بس
کاں جملہ چو نام خویش با حق باقی است

(از خواجہ ہاشم کشمی مصنف زبدۃ المقامات)

رُباعی

"باقی" کہ ازو مُردہ بصد جاں برسد
مُفلس ز درش بگنجِ پنہاں برسد
نقاشِ ازل بکاخِ ہستد آوردش
کایں خانہ بزیبِ نقشبندان برسد

(از صاحبِ زبدۃ المقامات)

این سلسلہ از طلائی ناب است
وین خانہ تمام آفتاب است

دربیانِ احوالِ بدایت و نہایت

حضرتِ خواجہ قدس سرہ تا ایام سکونت ایشان
بفیروز آباد دہلی و توجہ بارشاد وہدایت طالبانِ معنوی

(از زبدۃ المقامات)

رُباعی

برخامہ بنازم کہ اشارات نوشت
زاغاز و توسُّط و نہایات نوشت
بنوشت کتاب را و تاریخ کتاب
بر دل ہُو "زبدۃ المقامات" نوشت

۱۰ھ ۳۷

(مصنف زبدۃ المقامات)

۵

"والدِ بزرگوارِ حضرت خواجۂ ما قاضی عبدالسلام است کہ از اربابِ فضل و صفا بود و از نرمیٔ دل ہموارہ مصداق فلیبکو کثیرا۔ ولادتِ حضرت خواجۂ ما قدس سرہٗ در بلدۂ کابل بظہور پیوستہ فی حادی و سنہ احدی واثنی و سبعین و تسعماۃ۔ در روزگار صبی سیمای بزرگی از جبہۂ اطوار ایشان پیدا بود و جمالِ آثار ہمت ارجمند و تفرید بلند از آئینۂ کاروبار ایشان ہویدا گاہ در ان ایام روز تمام در گوشۂ خزیدہ سر بجیب پایانِ خموشی میکشیدہ اند۔ در تحصیلِ علومِ رسمی شاگردی مجمعِ علوم و دانائی مولانا صادق حلوائی کہ از علمائی اعلامِ آن ایام بود، اختیار نمودہ برفاقت مولانا از کابل بہ ماوراء النہر شدہ اند و باندک روزگار از سمو فطرت بدرس آن علامہ ایشان را بین الاقران امتیازی پدید آمدہ و از فضائل بہرۂ تمام روزی گشتہ۔ اگرچہ از تحصیل علومِ صوری بقیہ ماندہ بود کہ بسلوکِ این راہ در آمدہ اند ...... لیکن از ذکائی فطرت و صفائی نسبت دانش ایشان پایۂ بلند داشتہ چنانکہ یکی از صافی دلانِ صادق القول گفت روزی خادمانِ حضرت خواجہ در بدایت ترکِ تحصیلِ علومِ رسمیہ و آغاز ہجوم جذبات الٰہیہ بہ محفلِ یکے از فاضل در آمدند۔ تقریبی را آن فاضل گفت اگر خدمتِ خواجہ روزی چند دیگر بر سر مطالعۂ علوم بودندی تا مولویت ایشان بکمال و اکمال رسیدی، چہ زیبا بودی۔ حضرت خواجہ فرمودند مراد از کمال مولویت آنست کہ کتبِ متداولہ مشکلہ را چنانکہ حق آن باشد توان مطالعہ و افادہ نمود و بلا دعویٰ گفتہ می آید کہ ہر کتابی کہ حل آن حدید البصر دانند در میان آرند۔ امید کہ تشفیٔ تمام حاصل آید۔ فاضلی از تلامذۂ مولانا صادق باین فقیر گفت

چون بسمعِ ما آشنایان رسید که خواجه از تحصیلِ علوم بدرویشی رغبت
نموده اند، باهم می گفتیم که ما ازین جوان فطرتی وهمتی دیده ایم که نتواند
بود که او بکاری قدم نهد و آنرا بانجام نرساند، آخر چنان شد که
گمان برده بودیم. بالجمله حضرت خواجه را هم در اوقاتِ تحصیلِ علوم
که رهزنِ کارِ رهنمائی بود جوشِ مناسبت این راه گاه بصحبتِ باریافتگان
محفلِ لی مع الله میرسانید تا آنکه در بلادِ ماوراء النهر که معدنِ این طائفه
عزیز الوجود است بسیاری از کبارِ مشائخ آن عهد را دریافته نزد
بعضی بعد درسِ توبه وانابت نیز هم آغوش گردیدند کما یحکی بیانه منقولا عن
کلامه الشریف، همدران وقت وزمان گذرِ ایشان بهندوستان افتاد
بعض اقرانِ ایشان را که دران دیار اصحاب جاه بودند خیرخواهی صوری
بران داشت که ایشان نیز در زمرهٔ ارباب عسکر بوده از امتعهٔ دنیاویه
تونگر باشند اما از آنجا که روزیِ ایشان دولتِ دین و تونگری متاعِ
یقین بود سعیِ آنان بجائی نرسید. سلطانِ جذباتِ الٰهیه در کنفِ خلوت
خویش بگرفت تا بجائی که برد۔ چون جلوهٔ تقدیر همی خواست که
نخست تعلقاتِ کثیرهٔ ایشان را بیک تعلق باز آرد و از قنطرهٔ آن یک
تعلقِ مجاز ببامِ حقیقت برآورد، نخست دلِ نازنین ایشان را بیکی
از دلبرانِ صوری گرفتاری فراپیش آمد و پس از روزی چند میانِ
ایشان و آن محبوب دوریِ ضروری بوقوع پیوست۔ ع
کآن خال بجز دانهٔ این دام نبود — وهم مفارقتِ آن اوقاتِ آلام مفار قت
بعض کتبِ اربابِ محبت و معرفت بنظرِ ایشان درآمد۔ بتائیدِ آن بشکرِ الٰهی شوق
حصولِ احوالِ این طائفه گریبانِ دلِ ایشان بگرفت۔ درویشی باین

دلریش گفت از زبان دُر فشان ایشان که فرمودند بر سر مطالعهٔ کتابی از کتب اکابر بودیم که برما تجلّی نمودند و مارا از ما بربودند. کششهای روحانیت منبر که حضرت خواجهٔ بزرگ بهاء الحق والملة والدین قدس سرهٗ به تلقین ذکر دوام و جذبات نواخت. آستین همت بر همه افشانده تشمیر دامن طلب نموده بهمگی در سراغ ارباب این معنی در آمدند. درویشی از مصاحبان ایشان که از حاضران وقت بود، گفت چندان از فرط طلب این راه در جستجوی سالکان و مجذوبان تکاپوی فرمودندی که زیاده بران از قوت بشری متصور نباشد. در بلدهٔ لاهور در ایام برشکال که از غلبهٔ لای و گل طی کوچه از بس مشکل می بود با همه نازکی تن چندین گذرها و کوی ها و خرابها و گورستانها و بیابانها و سر بستانها را بالقصد صاحبدلان قطع می فرمودند. ناقل گفت من نیز روزی برعایت آشنائی ها خواستم دران سیر و تردد رفیق ایشان باشم. هرچند بمنع کوشیدند باز نماندم چون کوچه چند در قدم ایشان پیموده آمد از بسیاری گل و لای مرا ماندگی و درد پائی در گرفت. حیا دادب زبانرا یارای عرض نداشتم. ایشان برایں معنی آگاه گردیده مرا باز گردانیدند. پس دانستم که ایشان بقوت پای دیگر درین پویش اند و قطع این راه بجز پای جنون نتوان کرد.

دیگری از آشنایان ایشان گفت دران اوقات در حوالی یکی از بوستانها و گورستانهای بلدهٔ مذکور مجذوبی بود خداوند احوال شگرف. حضرت خواجه از کار او آگاهی یافته همواره بپیرامون او می شدند و او هرگاه حضرت خواجه را دیدی جزید شنام نپرداختی و گاه بودی که برایشان سنگها بینداختی و گاه از ایشان گران نموده

جای دیگر شتافتی اما آنحضرت از رسوخِ طلب با این ہمہ تنفر و توحش از وے روئے برنتافتندے ع

سنگہا دید و دل از شیشہ ی روی نتافت

وتا روزی عرق مہربانی آن دیوانۂ حقیقت فرزانہ دراہتزاز آمدہ ایشانرا نزدِ خویش بخواندند و نظرہا و دعاہا در حصولِ مراد ایشان بظہور رسانیدہ و از نظر و دعای او ایشانرا فوائد بسیار و عجیب نصیب روزگار آمد، بدین تقریب بر زبانِ مبارک راندہ اند اگرچہ بار ریاضات شاقہ چنانکہ بعضی اہل اللہ کشیدہ ہنکشیدہ ایم لیکن انتظارہا و قلق ہای عظیم دیدہ ایم کہ ریاضتہای و سختیہای شگرف را متضمّن بود و نیز فرمودند دران ایام حضرت والدۂ ماجدہ چون کثرتِ بیقراری و بیداری و غلبۂ ناتوانی و نزاری مارا میدیدند بغایت شکستہ دل و آزردہ خاطر گردیدہ روی عجز و نیاز بدرگاہِ بی نیاز آوردہ بگریہ و نالۂ تمام می گفتند" خداوندا مرادِ فرزندم کہ در طلب نوازیمہ بگسستہ و از لذاتِ جوانی دست شستہ، بر آوردہ گردان یا مرا زندہ مگذار کہ طاقتِ مشاہدۂ این ناکامی و بی آرامی او ندارم"۔ و بسا بودی کہ درمیانِ شبہا و سحرہا مناجاتی چنین بحضرت بر آرندۂ حاجات ہمی کردند۔ اثر ان دعا و التماس ایشان مراکشایشہا روزی گردید جزاہا اللہ عنا خیر الجزا۔ مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمانِ سیادت بود و از قانتاتِ نساء و ہموارہ بدین درگاہ تمام نیاز و شکستگی و التجا و ہمیشہ مشغولِ خدمت و تفقد فقرا بعضی از ثقاتِ اصحاب خواجۂ ما قدس سرہٗ نقل کردند کہ باوجود تعدد کنیزان خدماتِ درویشان

آستان ایشان را والدهٔ آنحضرت خود می کردند تا بجائی که هم خودنان در تنور می بستند و برمی گرفتند و دیگ برمی گذاشتند و فرود می آوردند و بسیار بوده که طعام را بتمام تقسیم فرموده خود بلقمهٔ از نانِ خشک قناعت می نمودند و اکثر بر حصیر پارهٔ اضطجاع می فرمودند۔

روزی حضرت خواجه قدس سرهٗ بملاحظهٔ ضعف و ناتوانی ایشان فرموده باشند که متکفل امر طبخ دیگری گردد و آن ام الفقرا ازین معنی چندگاه بگریه و زاری در آمده می فرموده اند۔ ندانم از من کدام جرمیه بوجود آمد که حق سبحانهٗ و تعالے مرا ازین خدمت محروم گردانید زیرا که کاری که ازین فقیره می آمد این بود که برای حضرتِ ایشان و خادمانِ ایشان طعامی می پخت، آنرا هم از من باز گرفتند و از غایتِ انکسار و رعایتِ ادب با ظهار این معنی هم نیامدند تا آنکه این اضطراب ایشان بحضرت خواجه قدس سرهٗ رسید۔ ایشان آن امر را همچنان که بود بآن ولیهٔ زمان باز گذاشتند رحمہما اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ حضرت خواجهٔ ما و جستجوی سالکان و مجذوبان سعی بالظهور رسانیز و بسا پاک۔ دلان را در بلاد یافته بهرها گرفتند۔ در سیاحت بصحبتِ یکی از عظماء مشائخ سلسله رسیده خواسته اند که اخذ طریقت وی نمایند و بتفصیل سلوک فرمایند استخاره نموده اند۔ حضرت خواجه محمد پارسا قدس سره العزیز ظاهر شده فرموده اند حاصلِ سلوک بتفصیل آنست که تهذیب اخلاق حاصل گردد۔ چون این دولت میسر آمده بتفصیل سلوک نمودن تحصیل حاصل است۔ و آنحضرت قدس سرهٗ خود از بدایتِ حالِ خویش چنین برنگاشته اند که ابتدای

توبہ از معاصی در ملازمتِ خدمتِ خواجہ عبید کردہ شد لیکن خیالِ رجوع و عزم ترک در باطن بود. التماسِ فاتحہ در ظاہر. ایشان از خلفائی مولانا لطف اللہ بودند و مولانا لطف اللہ خلیفہ مولانا خواجگی دہبیدی علیہ الرحمۃ. چوں توفیق استقامت نیافت بار دیگر توبہ در ملازمتِ بندگانِ افتخار شیخ کہ در سمرقند تشریف داشتند و از کبار خانوادۂ حضرت خواجہ احمد یسوی بودند، کردہ شد. اگرچہ جناب ایشان رضا نداشتند و میفرمودند کہ شما جوان اید. لیکن چون عزیمتِ فقیر مصمم بود بضرورت فاتحہ خواندند و فرمودند، خدا استقامت بدہد. موافق تفرس آن بزرگواران عزیمت برہم خورد و خرابی عجیب روی داد. بار دیگر بے صنع و اختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبد اللہ بلخی مدظلہ تجدید توبہ بظہور رسید. مقرون بمصافحہ آن نعمتی بود غیر مترقب. امید کہ برکاتِ آن مواہب الی یوم القیام بماند. القصہ چندگاہ دیگر در مقام نگاہداشت حدود بود یا ز تاثیر اسم المضل آن سدِ راہ شکست عاقبت بہدایت صمدیت در خواب بشرفِ ملازمت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین صورت توبہ منعقد شد و میل طریقۂ اہل اللہ بظہور رسید بحکم الغریق یتعلق بکل حشیش بہر طرف دستی می انداخت عاقبت بعضی از مخادیم فرمودند ذکری کہ مُعنعن بآنحضرت رسالت میرسد نتیجہ مند است. تعطش بران داشت کہ از ہمان عزیز طریق ذکر و مراقبہ اخذ کردہ شود مدتی دو سال بران ذکر و مراقبہ و اوراد سلسلہ آن عزیز مداومت نمودہ شد، شنیدہ شدہ بود تا سالک مدتی قریب بچہل سال میدان لا الٰہ قطع نکند بمنزل الا اللہ نخواہد رسید، سادہ لوحیہا بران میداشت کہ مردِ زمان

را در ذکر غنیمت شمار و بهمان صورتِ عبادت قناعت نماید۔ ہر چند
درین میان اشاراتِ غیبیہ در سلوکِ طریقۂ دیگر ظہور میکرد، قدمِ استوار
را از جا برنمی داشت و در زمینِ کرم بزرگواران این طبقہ تخم و فیہا ما تشتہیہ
الانفس می کاشت انشاء اللہ العزیز عاقبت دستِ کرم آن تخم را از
جویبارِ ما لا عین رائت ولا اذن سمعت سیراب گرداند بالآخر بکشمیر رسیدہ
شد و بملازمت حضرت شیخ بابا ے والی قدس اللہ سرہٗ العالی اتفاق
افتاد و از برکاتِ نظرش بہرہ مند شدہ الحمد للہ والمنۃ کہ آن نظرات
نیز نتیجہ باب قبول آمد۔ چون حضرت شیخ از سلسلۂ علیہ نقشبندیہ نیز
مجاز بودند و استعدادِ طالب متوجہ آستان آن بزرگوار نفحاتِ
ربانیہ از دریچۂ ہمان خانوادۂ اقبال فرمودند۔ بعد از انتقال آنحضرت
بدار القرارِ غنیمتِ معہودہ حضرات خواجہ ہا جلوہ گر شد و ارواح طیباتِ
ایشان در مبشرات نمودن گرفتند و تلقینات فرمودند و بہمین توجہ
ایشان آن نسبت را قوتی پیدا شد و دائرۂ غنیمت وسعتی پیدا کردہ
و راہ روشن شدہ۔ فی الجملہ جمعیتی دست داد تا آنکہ بجذبِ عنایتِ ایشان
بخدمتِ مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی
امکنگی قدس اللہ سرہٗ العزیز رسیدہ شد و بطوع و رغبت خود بیعت
و مصافحہ بدست آوردہ طریقۂ خواجگان اخذ کردہ شد و بطفیل ملازمت
آنحضرت و ارواحِ طیبہ خواجہ نقشبند و خلفائی ایشان در سلکِ افتاد
گانِ این راہ و نیازمندانِ این درگاہ در آمدہ شد اللہم احینی مسکیناً و
امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین والسلام علی من اتبع الہدیٰ
انتہی کلامہ الشریف۔

از نخوای این نمیقهٔ دُرافشان در بیانِ بدایت احوال ایشان که ما
باندکی ازان لب کشودیم وکذلک از مضمونِ ابیاتِ شریفهٔ ایشان

شنیدم کاشفِ رازِ نهانی — ابوالقاسم چراغ گرگانی
که بودی وردِ جان نام اویسش — که باشد شربی از جام اویسش
کیم من کین هوس گیرد دماغم — بیاید نورِ این سودا چراغم
زبانم زین تلفظ گرچه بد است — سرِ من خاکِ است عبداین کمند است

چنان مستفاد گردیده که حضرت خواجهٔ ما اویسی بودند وتربیت
از روحانیت حضرت رسالت صلی الله علیه وآله وسلم وحضرت خواجهٔ
بزرگ بهاء الحق والدین وخلفای ایشان رضی الله عنهم یافته و
بنظراتِ عنایاتِ آن بزرگواران کار را بانجام رسانیده، بعد از
حصولِ کمال چون از پیرِ ظاهر نیز چاره نیست بماوراء النهر رفته از
خدمتِ مولانا خواجگی مجاز گشته اند. یکی از صاحبدلانِ صادق القول که
آن وقت حاضر بوده باین حقیر گفت روزی پیش از انکه حضرت خواجه
از هندوستان به ماوراء النهر شوند، در لاهور بمسجد برای ادای
نمازِ فرض از فرائض خمسه در آمدند دراثنای نماز ناگاه از سینهٔ
بی کینهٔ ایشان آوازی مهیب ظاهر شد چنانکه اهل صفِ نماز را از
آن حیرتها روی داد. بعد از ادای تسلیمتین حضرت خواجه به تعجیل
هرچه تمام تر از مسجد بیرون رفتند. ازان پس دو سه تن از نزدیکان
را فراهم آورده در منزل خود ادای جماعه می فرمودند والیضاً همان
عزیز حکایت کرد که من نیز ازان مقتدیانِ مخصوصِ آن مقتدای انام
بودم روزی درمیانِ نماز دیدم که حضرت خواجه را اروی لبوی

قبلہ است و بسوئی ما و بر ما نیز می نگرند از مشاہدۂ این حالت بر من رعشہ افتاد و تا بہ لرزش و پیچش تمام نماز را بہ آخر رسانیدم و آنچہ دیدہ بودم معروض داشتم تبسم نمودند و از افشای آن مرا منع فرمودند
راقم این حروف عفی اللہ عنہ گوید این دو معاملۂ مذکورہ دو شاہد عدل اند بکمالِ مناسبت و تبعیت ایشان بحضرتِ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم، چہ از آن حضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ مرویست کہ در نماز جوشِ سینۂ انور ش تا میلی رفتی و نیز از خصائصِ آنحضرت است کہ ہموارہ از قفا چنان می دیدہ اند کہ از پیش، لیکن حضرت سید الانبیاء را ہمہ وقت دوام این معنی حاصل بودہ و این بزرگِ امت او را از غایت اتباعِ آن سرورؐ اگر در نماز کہ معراجِ مومن است وقتی از اوقات این دولت روئی دادہ محال نبود کہ بزرگان گفتہ اند تابع کامل را از ہمہ چیزِ متبوع پرتوی و نصیبی است۔"
باوجود حصولِ این حالات و کمالات و رجوعِ طلاب بآستان ایشان حضرت خواجہ از یمن ہمتِ عالی و تفریدِ والا بر سرِ مشیخت و تعلیم طریقت نیامدند و بسیر ما وراء النہر و بلخ و بدخشان شدند تا عزیزان را کہ ازین سلسلۂ بزرگ و دیگر سلاسل دران دیار بر مسند ارشاد و اکمال بودند دریافتہ از فوائد زوائد مستفیض گردیدہ تصحیح احوالِ حاصلہ فرمایند. دران سیر بصحبت مولانا شیر غانی قدس سرہٗ نیز رسیدہ، برخی از احوالات حاصلہ را بسمعِ ایشان رسانیدہ از مولانا تحسینہا دیدہ اند چنانکہ در بیانِ مولانا تفصیلِ آن بکتابِ نسمات القدس ذکر خواہد یافت و از انجا متوجہ سمرقند

شدند و از راہ بسوی بعض دوستان بہندوستان مکتوبی بزنگاشته اند که آن در مکتوبات شریفۂ ایشان مسطور است و اوّلش این بیت است ؎

من از محیطِ محبت نشان ہمی دیدم
که استخوانِ عزیزان بساحل افتاد است

در اثنای آنکه متوجه بلدی از بلادِ ما وراء النهر بوده اند حضرت مولانای اعظم خواجگی امکنگی در واقعه برایشان ظاهر شده اند، فرموده ای فرزند، چشم ما بر راهِ شماست؛ حضرت خواجه را وقت نهایت خوش گشته و این بیت خود را آنجا فرمودند یا آنجا بر زبان راندند ؎

می گذشتم زغم آسوده که ناگه زکمین
عالم آشوب نگاهی سرِ راہم بگرفت

چه حضرت مولانای متبرک بزرگواری در آن وقت و دیار از کبارِ مشائخ این سلسلۂ علیه نقشبندیه بوده اند و بر طریقۂ خاصۂ خواجۂ بزرگ چون کوه مستقیم و نسبتِ ایشان به دو واسطه بحضرت خواجۂ احراری رسید چه ارادت ایشان بوالد ماجد ایشان مولانا درویش محمد امکنگی بوده و ایشان را ارادت بخال ذوالاحوال خود مولانا محمد زاہدؒ وخشواری و ایشان را بحضرت قطب الاخیار خواجه احرار رحمهم الله و چون امید است که عنقریب احوالِ این اکابر و خلفای آنها در کتابِ "نسمات القدس" بعون الله تعالی بتفصیل مرقوم گردد اینجا بهمین مقدار اکتفا نموده آمد. بالجمله چون حضرت خواجۂ ما قدس سره بخدمت مولانای مذکور رسیده اند نهایت عنایات و رضا یافته بوده اند حضرت مولانا بعد از استماع احوال بلند ایشان سه شبانه روز لیلاً و نهاراً در خلوت با ایشان صحبت داشته اند و بر بعضی زوائدِ فوائد اطلاع داده

فرمودند کہ کارِ شما بعنایتِ اللہ سبحانہ و بہ تربیت روحانیتِ اکابرِ این سلسلۂ علیہ بانجام رسیدہ، شما را باید بازِ بہندوستان روید کہ این سلسلۂ علیہ را آنجا از شما رونقی تمام پدید آید و مستفیدانِ عالی مقدار استعجار زمین تربیتِ شما برومی کار آیند. خواجۂ ما ہر چند از راہِ انکسار و دیدِ قصورِ احوال عذر ہا در میان نہادہ اند حضرت مولانا از الحاح باز نماندہ اندو و راہِ استخارہ نیز موافق فرمودۂ مولانا کشودہ عزیزی از اقربای حضرت مولانا کہ از حاضرانِ آنوقت بودہ گفت: چون بعض یارانِ قدیم الخدمت صاحب النسبت حضرت مولانا شنودند کہ حضرت مولانا خواجہ را درین چند روزہ صحبت خلافت و اجازتِ کاملہ دادہ رخصتِ کشور ہندوستان فرمودند از غیرت بشور رسیدند و چون خبر شورشِ آنان بحضرت مولانا رسید، فرمودند کہ یاران ندانستہ اند کہ کار این جوان را تمام کردہ نزدِ ما فرستادند جز این نبود کہ نزدِ ما تصحیح احوال خود نمود فلا جرم ہر کہ چنان آید چنین رود پس حضرت خواجۂ ما از لالِ آساپطالع لب تشنگانِ بیابانِ ہندوستان متوجہ آن کشادہ بوستان گردیدند و زبانِ زبانِ حال مضمونِ این مقال را مترنم گشت ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند زین قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

چون بہ ہند رسیدند سالے در بلدۂ لاہور ماندند و بسا علما و فضلای آن بلدہ شیفتۂ محبت ایشان شدند لیکن از انجا کہ شہرِ دہلی بقعہ ایست دارالاولیاء و بیت الفقر آنجا آمدہ در قلعۂ فیروزی کہ سر منزلے است بغایت دلکشا و مشرف بر دریا و مشتمل بر مسجدی در نہایت عظمت و برکت و صفا رسکونت اختیار نمودند تا زمانِ تحلل

ازین دارِ پُر ملال بجائے دیگر انتقال نفرمودند فصل دوم در بیان مجملات احوال شریفہ آنحضرت از خشوع وانتقار و تصرفات و افاضات و تحمل و تفرید و تبتل و غیرہا من الصفات الملکیہ والاطوار المرضیہ یا بیان قضیۂ انتقال ایشان ازین دارِ پر ملال رشیوۂ مرضیۂ حضرت خواجۂ ما قدس سرہٗ ہمگی ستر احوال و اخفا و خمول و انزوا بودو از غایتِ انکسار ہمیشہ دید قصور احوال و متہم داشتن نیات نصب عین ایشان و جز برائے استمالتِ زائرو جواب سائل آنہم بقدرِ ضرورت تکلم کم می فرمودند مگر آنکہ مسئلہ از مسائل غامضۂ این طائفۂ شریفہ کسے معروض میداشت انگاہ ناچار در تنقیح آن چنانکہ طالب را تشفی تمام حاصل آید سخن میکردند و آنہم از وفور شفقت بود کہ مبادا آنرا کج فہمیدہ کج رود با ہمہ حزن با آیندگان در کمال بشاشت تلقی میفرمودند و در انجاح حاجات مباحہ مسلمین خود را از ہر وجہ معاف نمیداشتند در تعظیم سادات و علماء مبالغہ مے نمودند و در جزوی و کلی عملیات بفقہای متورع رجوع میفرمودند چون طالبی باستان ایشان میرسید از غایتِ انکسار خود را دور از ین کار عظیم وا نمودہ عذرہا میفرمودند اگر آن آیندہ صادق می بود و از خوانِ نوالِ ایشان روز بروز میشد از انکسار ایشان بیشتر بعلو منزلت و کار ایشان پے می بُرد و خود را بخدمۂ آن آستان مے سپرد و بزبانِ حال میگفت لمولفہ۔

اگرچہ از دو عالم گذر کردہ ایم	ازین در ندا ریم روئی گذر
حوالہ بریشِ جگر کردہ ایم	بیانِ نمکہائی این میگسار

چون آنحضرت رسوخِ طلب آن طالب میدیدند در آغوش عنایت و کنفِ تربیتش میکشیدند گویند جوانِ خراسانی مدتہا مجاورِ مزارِ فائض

الانوار خواجه قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ بود و از روحانیت حضرت خواجه طلب پیر مکمل می نمود که در قید حیات اینجهانی باشد بعد از رسیدن حضرت خواجهٔ ما بدہلی آن جوان را در واقعه نمودند که بزرگے از طریقه نقشبند یه اکنون بشہر رسیده خدمت او را لازم گیر حسب الامر بخدمت ایشان رسیده واقعه را معروض داشته التماس قبول نمود، فرمودند این مسکین خود را شایان آن نمی بیند دیگرے خواهد بود چون از وفور انکسار عذر بسیار فرمودند آن برنا بزاویهٔ خود باز گشت شب دیگر وی را گفتند آن بزرگ همانست که دی بخدمتش رسیدی و انکسار او دیدی فرداش آن جوان چنان آمد که دیگر باز نگشت و بعز قبول رسید و وی دید آنچه دید و لیسا بودی که آنحضرت از غایت انکسار بعضی طلبهٔ صادق العقیدة ذوالاحوال صاحب صحبت و خدمت خود را نیز میفرمودند که این بیحاصل شایان آنچه گمان برده اید نیست بجاهای دیگر تردد نمائید و اگر راهنمای بیابید پس این فقیر را نیز اعلام فرمائید تا ما نیز بخدمت او شتابیم، باشد که زخم خود را مرہمی یابیم این فقیر از زبان شریف خواجه حسام الدین احمد سلمه اللہ علی رؤس المحبین شنودم که فرمودمرا نیز آنحضرت بجهد تمام چنین فرمودند چون الحاح ایشان بسیار شد توقف را دور از ادب دانسته متوجه آگره شدم بعد از رسیدن بآن شہر حیران و سراسیمه بودم که چه چاره سازم و با خود میگفتم بآستان ایشان رفته معروض دارم که امتثال امر نمودم چنان کسے که میفرمودند نیافتم درین مین براهی میگذشتم که از سرائے سرودی دلربای بگوش هوش رسید چون نیک استماع نمودم قوالان را این بیت شیخ سعید سعدی شیرازی رحمه اللہ بزبان

بود ؎

تو خواہے آستین افشان وخواہی دامن اندرکش مگس ہرگز نخواہد رفت از دکانِ حلوائی

سماع این بیت دامان برانگرم زدو سراز پا نشناخته بخدمت ایشان رسیدم وگفتم انچه دیدم وشنیدم وقتی دیگر فقیری از لاهور ایشان را در واقعه دیده که ابلق سوار میگذرند وخلایق بسیار در دنبال ایشان ومیگویند این قطب وقتست بعد ازین رویاآن فقیر بعتبهٔ والا رسیده التماس قبول کرد ہمان عذر مذکور سراپا نور درمیان آوردند آن بیچاره بمسجد آمده بگریه وافغان وخاطر پریشان در مجمع درویشان درد دل نهاده وگفت ای یاران این چه نازو گداز است که خواجه بمن نموده است ودلم را ربوده اکنون که ناشاد وخانه بر باد آمده ام این میگویند ومیرانند من بیچاره چه کار کنم وکجا روم بنوعی این ماجرا بر زبان آورد که بسیاری از حاضران را استیلائے گریه دامنگیر از ہوش برد وشوری عجیب برخاست تا بگوش حضرت خواجه رسید پرسیدند که چه شور است معروض داشتند ع

گر لب شیرین تو شوریست در هر خانهٔ تبسم نمودند وآن درویش را طلبیده به تلقین ذکر وجذبهٔ آلهی نواختند ؎

تا نگرید طفل کی جوشد لبن تا نگرید ابر کے خندد چمن

طریقهٔ آنحضرت قدس الله سره العزیز آن بود که هر کرا می پذیرفتند نخست توجه اش میدادند واگر عشق ومحبت آن طالب را بجوش بسیار میدیدند بطریق رابطه ونگاهداشت صورت خود بحقیقت جامعه اش امر میکردند وبسیار کشایش دیرا ازین احضار ونگاهداشت

صورت شریف پدیدار میگشت خواجه برهان نام از خواجهای وصبیدی که از اکابر خود نسبتها و اجازتها یافته بود بخدمت ایشان رسید و طلب افاده و افاضه نموده ایشان وی را به نگاهداشت صورت خود دلالت نمودند وی در تعجب رفت و با محرمان خود گفت این شغل مناسب حال جمعی است که اول قدم درین راه نهاده باشند مرا ایشان کرم نموده بمراقبهٔ عالیتر ازان اشاره نمایند و ستائش گفتند امتثال امر باید نمود و از فضول احتراز فرمود چون عقیدتش درست بود ناچار به نگاهداشت صورت مبارک پرداخت دو روزی نرفته بود که آن صورت او را فرو گرفت و نسبت عظیم بروی استیلا نمود تا غلبهٔ سکرش بجای رسید که با وجود تمکین و کبر سن مقدار دو ذراع از زمین میجست و هر سوی خود را بدیوار و اشجار میزد و با آنکه چند تن که از جوانان وی را گرفته بودند قوتشان به نگاهداشت او وفا نمیکرد تا دید آنچه دید اما بیشتر مر طالبان را ذکر دل بطریقی که مقرر اکابر این سلسله است دلالت می نمودند جمعی را بذکر نفی و اثبات و برخی را بذکر اثبات صرف یعنی ذکر ذات عزّ شانه و از غایت سریان نسبت آن حضرت قدس سره بسیاران بمجرد دیدن ایشان مجذوب و مغلوب میشدند گویند یکی خطیب بر منبر بوده که نظر بجمال ایشان کشوده نعره زده از منبر بزیر افتاده شبی از شبهای ماه رمضان حضرت ایشانِ ما قدس سره بدست خادمی به آنحضرت فالوده فرستاده اند چون آن خادم از کوهیانِ ساده لوح بود بدروازهٔ خاص رسیده و حلقه درزده حضرت خواجه دیگری را بیدار نکرده خود برآمده اند و ظرف

فالوده را از دست او گرفته فرموده اند نام تو چیست معروضداشته که باما فرموده اند چون خادم شیخ احمد مائی بامائی بمجرد مراجعت آن خادم ویرا جذبۂ سکر ونسبت فرد گرفته و فریاد کنان وافتان وخیزان خود را بحضرت ایشان ما رسانیده آنحضرت پرسیده اند که حال چیست بشورش ومستی تمام میگفته که همه جا چه در حجر وچه در شجر وچه در زمین وچه در آسمان نوری بیرنگ بیغایت ونهایت می بینم که بیان آن ممتنع الم نمود حضرت ایشان ما فرموده اند البته حضرت خواجه مقابل این بیچاره شده اند که از مقابلۂ آن آفتاب پرتوی برین ذره افتاده فرداش بخدمت خواجه رسانیده اند تبسم فرموده اند ؎

بروز حشر شهیدان چو خونبها طلبند تبسمے کن وخاموش کن زبان همه

گویند روزی عسکری بملازمت ایشان آمد ایشان بتقریب طهارت از مسجد برون رفتند خادم این سپاهی برون در عنان اسپ گرفته ایستاده بود همین تنخ واستبرا کردن نظر کیمیا اثر ایشان بران خادم افتاده بوده چون بمسجد درآمده اند خبر رسیده که خادم آن عسکری را جذبہ بیخودی برخاک انگنده است ومیان اسپان چون گوی هرسوی غلطانست واز قبیل شام تا پاسی از شب همچنان در اضطراب بوده بناگاه بشوریده وروئی ببازار نهاده وهمچنان در صحرا برون رفته دیگر هیچکس از وخبری نیافته سیدی ومرشدی میر محمد نعمان سلمہ اللہ فرمودند صبیئہ ما مرضعہ داشت بکرات آن مرضعہ را ولالت بمریدی حضرت خواجه کردیم ابا نمود تا روزے آن صبیه را بتقریبی بمصحوب آن مرضعه بملازمت حضرت خواجه فرستادیم ایشان آن طفل شیرخواره را دزکنار

مبارک گرفتہ شفقتہا نمودند آن طفل دستے بمحاسن شریف ایشان بردہ موی از لحیۂ مبارک بدست او بماند فرمودند طفلک میراث ما یادگاری می گیرد دور حدود ہمان ایام انتقال فرمودند و آن موئی مبارک تا امروز تبرک و یادگار بماند ۔

مرا از زلف تو موئی پسند است　　فضولے مکنیم بوئی پسند است

چون آن مرغعہ نجا نہ مراجعت نمود ساعتی نرفتہ بود کہ آثار مستی و جذبات بر وی پیچیدن گرفت و وی خود را بران نمیداشت تا آنکہ فریادی سخت بر آورد و بیہوش بیفتاد و از پہلوی چپ او حرکت قلبی چنان غلبہ برداشت کہ ہمہ یاران معائنہ می نمودند بعد از مدتی بہوش آمد پرسیدہ شد کہ چہ بود و چہ دیدی؟ گفت ساعت بساعت حضرت خواجہ بصورت ہیبت عجیب نمودار نظر من میشد تا آنکہ امری مرا از جان ربودہ دیگر نمیدانم کہ چہ شد جز آنکہ دل خود را اللہ گو می یابم، سیدی گفتند بحضرت خواجہ قدس سرہٗ حال او عرض کردہ شد تبسم نمودند و تعلیم ذکرش فرمودند و آن صالحہ امروز در فیروز آباد از نساء صاحب احوال است و آن صبیۂ سیدی کہ در خانۂ راقم است نیز از ہمین آن نظر خدا وند عفت و حضور چنانکہ حضرت ایشان ما اوراہم حلقگے بعض نساء ذاکرات مامور گردانیدہ اند و آئین نازنین حضرت خواجہ از غایت مخلص پروری و شفقت گستری آن بود کہ ہر کرا تعلیم ذکر میفرمودند ہمہ را ان اشنا ر تعلیم ذکر ہمت و توجہ شریف شامل مآل و حال او میداشتند و راہ نقوش کونیہ بما دراک حقیقت جامعہ امی بستند گویا تسمیۂ نقشبندی را لظہور می آوردند تا ہمہ ران لمحہ زبانِ دلش بذکر گویا میشد و حضور و جذبہ

وی را در آغوش میگرفت بعضے چون مرغ بسمل بر خاک میغلطیدند و برخے
از خود غائب شده بحیرت میرفتند و بعضے را ہمدران کیفیت عوالم مثال
یا ارواح یا معانی منکشف میگردید و بروزها میکشید تاہم نظر تربیت
ایشان بصحو و افاقتش می آورد و مصداق الشیخ یحیی و یمیت بظهور مے
پیوست و این عنایت ایشان برسبیل تعمیم بود حضرت ایشان ماقدسنا اللہ
بسرہ الاقدس روزی بتقریبی فرمودند شمول و عموم این نعمت یعنی گویا
شدن دل بذکر و حصول جذبہ در بدایت تعلیم مر طالبان این طریقہ را
از الحاقات ملازم البرکات حضرت خواجہ ماست قدس سرہ بندہ معروض
داشت کہ مگر سابقاً معمول این اکابر نبود فرمودند کہ بود اما بدین تعمیم
در بدایت نبود نیز فرمودند کہ چون سر اختیار این شمول و عموم را از حضرت
خواجہ پرسیدم فرمودند از ان روزگار تا حال در طلب و ہمت اہل ارادت
نقصان و فتور بسیار رفتہ و حوصلہ ہای طلاب راہ تقلیل گرفتہ و فور
شفقت بران داشت کہ بے مجاہدہ و سعی و تردد ایشان شربی رسانیدہ شود
تا پیادگان بادیۂ طلب را مرکبی باشد و برودت شان بحرارت مبدل گردد
چون حضرت ایشان این حکایت بآخر رسانیدند آہی برکشیدند و این دعا
بر زبان راندند کہ جزاہ اللہ عن الطالبین خیر الجزاء و ہم حضرت
ایشان طاب ثراہ بتقریب قوت کاملۂ پیر بزرگوار خود در افاضۂ این نسبت
گرامی فرمودند روزی یکی از مخلصان قریب ایشان این خواست کہ در
خدمت ایشان یکے از رسایل شریف ایشا نرا بہ نیت حصول حضور بگذراند
حضرت خواجہ دو روز سے آن رسالہ را بوی درس گفتہ درین اثنا فرمودند
ای فلان نسبت از ان نزدیکتر است کہ آنرا از رسائل تو ان اخذ نمود و

صفت شفقت و ترحم حضرت خواجۂ ما قدس سرہ تا غایتی بود کہ وقتی در لاہور قحط و عسرت افتادہ بود دران عسرت حضرت خواجہ دران شہر بودند تا چندروز نخوردند ہرگاہ طعام نزد ایشان حاضر میکردند میگفتہ اند از انصاف نباشد کہ یکے در کوچہ از گرسنگی جان میدادہ باشد و ما طعام بخوریم و انچہ حاضرے بودہ ہمہ را بگرسنگان میفرستادہ اند و خود بقوت روحانی کہ میراث ابیت عند ربی است میگذرانند و چون از لاہور متوجہ دہلی شدہ اند بسیاری بودہ کہ ہنوز فرسخی بل میلے طی نمودہ بودہ اند کہ عاجزے در نظر ایشان می در آمدہ کہ پیادہ میرفتہ ایشان از مرکب فرود آمدہ وی را سوار میکردہ خود تا منزل پیادہ مے آمدہ اند و دستار بر سر میکشیدہ کہ آشناے بر این عمل خیر ایشان اطلاع نیابد و چون نزدیک بمنزل میرسیدہ اند بہ نیت اخفا باز بران مرکب سوار میشدہ اند و این شفقت ایشان شامل حال حیوانات نیز مے بودہ تا گویند شبے ایشان بتہجد برخاستہ بودند گربہ برلحاف ایشان آمدہ خفتہ بود آنحضرت تا روز ہمچنان از سرما محنت سخت کشیدہ اند و بہ بیداری آن گربہ راضی نشدہ اند و اگر خارقے ہم از ایشان بظہور رسیدہ از وفور شفقت بر خلق اللہ بودہ مثلاً از جملہ خوارق ایشان این سہ خارق است کہ برنگاشتہ می آید چون ملاحظہ نمودہ مے آید موجب ظہور آن با وجود استنباط ایشان از نمودن خوارق غلبۂ شفقت بودہ خارق اول آنکہ یکی از فضلای دہلی کہ بکری بعقد در آوردہ بود سالہا رفتہ او را فتحی روے ندادہ از اد عیہ وادویہ اثرندیدہ چون وصف ایشان شنیدہ روزی کہ ایشان بجائی سوارہ میرفتہ اند در عنان در آمدہ بہ نیاز تمام قصہ را معروض داشتہ التماس

زوالِ علتیت نموده حضرت خواجه اول بر شفقت کشوده از مرکب فرود آمده او را در کنارِ شریف کشیده معانقهٔ سخت نموده اند و فرموده اند که رفته متوجه شوید که فتح است وی همان لحظه در خود قوت غریب دیده رفته و بسهولت تمام همان لحظه فتح نموده خارق دوم آنکه ضعیفه را طفلے سه چهار ساله از سر دیوار حصار فیروزآباد که تدبیر دیوار فرشِ سنگین است و ارتفاعش قریب بسی ذراع بزیر افتاده چنانکه از سوراخهای گوشِ آن طفل خون برآمده و نفسش منقطع شده مادرِ آن طفل بگریه و زاری و بی آرامے و بیقراری چاره جُز آن ندیده که سرور قدم محترم حضرت خواجه نهاده التماس زندگی او نموده حضرت خواجه چنانکه عادتِ شریف ایشان بوده که توجه و تصرف خود را در پردهٔ سببے پنهان میکرده اند کتاب طب طلبیده اند و فرموده اند چنان معلوم میشود که این طفل نخواهد مُرد حاضران تعجب میکرده اند که کدام کتاب مبیّنِ اینمعنی است آنگاه لحظهٔ خاموش شده اند آن طفل مختصر بحالِ خود آمده حاضران را حیرت تمام روی نموده وقتِ دیگر عسکری دور از شیوهٔ مُروّت [illegible] ایذا به بعض همسایهای ایشان سستی نموده ایشان از مشاهدهٔ جبر و ظلم او [illegible] شده آن سپاهی را نصیحت فرموده اند اما او از غایت ادبارِ بخت اقبال ننموده حضرت خواجه از غایت ترحم بحال آن مظلوم متغیر شده بآن ظالم فرموده اند اینها در جوارِ فقرای خواجگان بزرگوار میباشند که بسیار غیور اند خبردار باش، دران دو سه روز آن ظالم را بتهمتِ دزد افشاری گرفته بقتل رسانیدند و حکایات که از تحمل و بردباری ایشان از اصحاب ایشان شنوده ام بدفتر ها نگنجد جوانی از همسایهای

ایشان کہ مرتکب منکرات می بودہ وانواع شر در از وی بظہور می آمدہ ایشان آنرا می شنودہ اند و متحمل بودہ اند روزی آن شریر را شحنہ باشارت خواجہ حسام الدین سلمہ اللہ در قید و حبس کشیدہ این خبر بحضرت خواجہ رسید خواجہ حسام الدین را طلبیدہ عتاب فرمودہ اند خواجہ بعرض رسانیدہ کہ کس فاسق و شریر است چنانکہ شرارت او متعدی و متجاوز است حضرت خواجہ آہِ سرد از دل پُر درد کشیدہ فرمودہ اند آری چون شما خود را صالح با صفا و خیر یافتہ آید او در نظر شما طالح و کدر و شریر مے در آید ما کہ بہیچ وجہ خود را از و ممتاز ندانیم چگونہ بہ زبان نیاوردیم این فرمودہ اند و ویرا از حبس خلاصی دادہ اند و وی ببرکت شفقت ایشان از صلحا شدہ و این نسبت انکسار و دید قصور احوال بر ایشان چنان مستولی بودہ کہ اگر از طالبی ناگاہ جریمہ صادر میشدہ با ایشان میرسید میفرمودہ اند اینہا اثر بد صفتی ماست ہرگاہ در ما بدے باشد ناچار برینہا منعکس میگردد این نفیران چکنند و اگر از کسے مکروہ شرعی میدیدند بتصریح و شدت امر معروف نمیکردند بل بہ لینت و کنایہ و تمثیل میفرمودند چنانکہ ناچار دل نشین آنکس میشد و سبب بر تصریح ناکردن امر معروف بیشتر آن بود کہ خود را از سائر ناس ممتاز نمیدانستند و ہرگز غیبت و قدح کسے بزبان ایشان نہ در مجلس ایشان نمیگذشت اگر کسے را یاد ہ تخفیف مسلمانی در حضور ایشان بخاطر میگذشت ایشان بتوصیف آن مسلمان شروع می نمودند راقم حروف گوید روزے درزمانیکہ مسجدی از مساجد تنہا نشستہ بودم فقیری با فقیر دیگر حکایت از شیوۂ اولیا میکرد و درین

ضمن گفت من درین مدت زندگانی فانی خود یک مرد دیدم دانم که چون
او بی نفسی و بردباری درین زمانه نخواهد بود نام مبارک خواجه ما را
گرفت و گفت بر مزار شریف خواجه قطب الدین بودم ناگاه خبر رسیده
که حضرت خواجه محمد باقی قدس الله سره الاقدس تشریف می آرند خادم
مزار در جای که قریب به مزار بود برای ایشان سریری نهاد و بران
فرشی و وساده بگسترد پیش از در آمدن حضرت خواجه یکی از فقرای
بی قید در آمد نظرش بران سریر و فرش افتاد گفت این چیست و برای کیست
گفتند برای فلان عزیز آن بی قید بخشونت و درشتی تمام زبان بمذمت
و دشنام ایشان کشوده درین اثنا حضرت خواجه در آمدند و آن
بی قید پیش از پیش بحضور ایشان بهرزه گوئی پرداخت و گفت ای فلان
تو چه لائق آنی که اینجا برای تو فرش افگنند جمع کثیر از درویشان خواجه
که حاضر بودند بی آرام شده میخواستند وی را تنبیه و تادیب نمایند حضرت
خواجه همه را بنگاه خشم آلود از ان اراده باز داشتند و خود نزدیک آن
شتّام رفته بزاری تمام عذر درمیان آوردند و گفتند چنانستی که شما
میفرمائید من چنین و چنان چه لائق آنم این کار بی اشارت و تعلیم من شده
ببخشید و بشوخی من مغز خود را خالی مکنید و از آستین مبارک عرق
او را از جبین او می چیدند و تواضع می نمودند آنگاه درمی چند طلبیده
بوی میدادند راوی گفت من هیچ تغیر و تذبذب در حال و گفتار خواجه
ندیدم آنزمان مرا یقین شد که نفس ملکی که میگفتند درین عالم بوده است
و بسیار بودی که بعضی از امرای مخلص ایشان بخدمت آنحضرت سیم و زر
میفرستادند که بصواب دید ایشان بفقرا منقسم گردد آنحضرت با وجود

تفرید و آزادگی شَفَقَۃً عَلیٰ خَلقِ اللّٰہِ خود متوجہ شدہ بہ مستحقان قسمت میکردند
و در ضمن آن مبلغ از سرکار خود نیز میدادند مع ذلک بعض محتاجان و در
انکار زبان بطعن میکشودند اصحاب ایشان میخواستند بمنع آنہا تکلم شنند
آنحضرت بآئینہ راہ انکسار مے ہیمودند کہ یاران را غضب از سریرت
وبجائی آن نرمی و شکستگی می نشست و یاران را قولاً و فعلاً بر نیستی و کم
دیدن خویش و بُردباری دلالت مینمودند و آنرا دلیل راہِ عرفان میفرمودند
و اگر از اصحاب ایشان خلاف این امر ظاہر میشد بعتاب بسیار نصیحت
مینمودند چنانکہ از مکتوبے کہ بشیخ تاج دریں باب تحریر فرمودہ اند واضح
خواہد شد انشاء اللّٰہ سبحانہٗ و زہد و استغنائے ایشان از امتعۂ دنیویہ تا
بحدی بود کہ سخن امور دنیوی ہرگز مذکور مجلس شریف نمیشد مگر بتقریب
سفارش حاجتمندی و ہرگز تدبیری درین امور برائی خود و درویشان
نمیکردند و در حق مریدان رشید جز بفقر و مسکنت و فاقہ و قناعت نمی
خواستند و میفرمودند ہر کہ امداد مالے از ما بظہور آید یقین داند کہ ما را
بوی در محبت دینی نقصانے ہست بعضے تونگران کہ از اہلِ ارادت
بودند التماس آن مینمودند کہ کفافی برائے فقرائی آستان ایشان
معین نمایند ایشان در حق جمعے کہ نسبت معنوی با آنحضرت درست
کردہ بودند رضا میدادند و بما دونِ ایشان را تجویز میداشتند و از غایت
تنفر کہ ایشان را بقبول امتعۂ دنیویہ بود وقتی کہ عزم جزم سفر حجاز
کردہ بودند عبدالرحیم خان المشتہر بخانخانان نام کہ از مخلصان این
طائفہ بود خصوصاً بحضرت خواجہ عقیدت و ارادت تمام داشتہ
چون آن خبر بشنود صد ہزار روپیہ کہ بزبانِ ہند لک نامند بخرج زاد و راحلہ

ایشان و درویشان مرسل داشته عرض نمود که بقبول آن بر من منت
نهند چون حضرت خواجه آن بشنود روی درهم کشیده فرمودند بحج رفتن
چون مائی گرانی آن نمیکند که اینهمه سیم و زر مسلمانان را صرف خود کنیم
و ضائع سازیم نپذیرفتند و باز گردانیدند و بلی تقیدی ایشان در
ملبوس و ماکول و مسکن تا بحدی بود که اگر چندین روز یک طعامی
غیر مرغوب و مطبوع نزد ایشان می آوردند هرگز نمی گفتند که غیر
این بیارند و کذلک اگر چندین روز جامه در بدن شریف مانده
شوخگین میشد نمیفرمودند که دیگر حاضر سازند و نیز هرچند در خانه تنگ
و تیره می بودند تا آن مسکن شکسته شدی یا از خاک و خاشاک پر گشتی از انجا
غرق لجه تسلیم و رضا بودند اظهار تعمیر و تنظیف و تنویر آن هرگز نمیکردند با وجود
این همه تسلیم و فنا و رفتگیها و ضعف بدن که همیشه ایشانرا بود در دوام
وضو و تکثیر طاعت شغف تمام داشتند بعد از ادای نماز عشا که بحجره تشریف
میبردند قدری مراقب می نشستند چون ضعف بر اعضا غلبه میکرد
برخاسته تجدید وضو نموده دوگانه گذارده باز می نشستند باز چون اعضا
بضعف در در می آمد چنان میکردند اکثر شب چنین میگذشت و
احتیاط در لقمه تا بحدی میفرمودند که هدیه که میرسید اگرچه آنرا بحکم
حدیث صحیح نحن لا نرد الهدیه رد نمیکردند اما آنرا بخصوصه خرچ هم نمیکردند
بل از محل الطیب قرض حسنه میگرفتند و در بدل آن آنرا میدادند که
بحکم فقها آن در رتبه دیگر در حلت پیدا میکند و تاکید تمام میفرمودند که
پزنده طعام با وضو بود بل از ارباب حضور و صفا باشد در هنگام طبخ
بحرف دنیاوی نه پردازد و میفرمودند از لقمه که بی حضور و احتیاط

خوردہ شود دودی می خیزد کہ مجاری فیض را مے بندد وارواح طیّبہ کہ وسیلۂ فیض اند مقابل قلب نشوند، وہمہ مریدان را برین احتیاط ترغیب میفرمودند وجمعے کہ فی الجملہ مسامحت دران جائز می داشتند ظہر آنہا در احوال آنان معائنہ مے نمودند روزے یکے از درویشان صاحب حال وکشف آمدہ معروض داشت کہ در کار خود بستگی مے بینم ودر باطن کدورت می یابم نداتم چہ تقصیر از من سرزدہ آنحضرت متوجہ شدہ فرمودند از لقمہ بے احتیاطی رفتہ است او معروض داشت کہ لقمہ ہمان لقمہ ہر روزہ است ایشان فرمودند رفتہ نیک تفحص نمائی کہ غیر ازین معلوم نمیشود البتہ در جزوی از اجزاء آن فتوری رفتہ چون نیک تفتیش نمود معلوم شد کہ دو سہ چوبی برائے سوختن کہ نہ ازان چوبہائی احتیاطی بودہ داخل کردہ بودند وکذلک در ہمہ امور عمل ایشان بر عزیمت واولیٰ بودہ واز انجا کہ در کتب احادیث در قرارت فاتحہ خلف امام مرویات کثیرہ صحیحہ آمدہ چندروز بران ہم آمدہ بودند کہ فاتحہ خلف امام قرائت نمایند درین اثنا امام الائمہ سراج الامۃ امام ابو حنیفہ را رضی اللہ عنہ در معاملہ دیدہ اند کہ قصیدۂ غرّا در مدح خود میخواندہ اند کہ ازان این مضمون مستفاد میگردیدہ کہ چندین اولیائے کبار در مذہب من بودہ اند بعد ازین واقعہ ترک قرأت خلف امام نمودہ اند واین احتیاطہا کہ در لقمہ گفتہ شد از نزاکت وصفائی نسبت لطیف شریف ایشان نیز بود چنانچہ آئینہ از نمایت صفا تاب نفس ہم ندارد وازینجا بودہ کہ در صف جماعہ در ہر جانب خود از خلص اصحاب خویش را ایستادہ

می کردہ اند کہ اگر بر گاہے بودہ فی الحال غفلت و نقصان او با خطرات
او در آئینہ ایشان منعکس میشدہ، روزی یکی از درویشان کہ محتاج لحاف
بودہ و در خاطرش التماس طلب آن عبور مے نمودہ با ایشان نماز کردہ
آن خطرۂ او بر ایشان ظاہر شدہ بعد از ادائے نماز فرمودہ بفلان و
ہر کہ احتیاج لحاف دارد بدہند آن درویش میگفتہ کہ ہمیشہ از آن روز
ترسان مے بودم کہ مبادا خطرۂ کہ موجب ملالت ایشان باشد بر من
بگذرد و کفر ید ایشانرا آن پایہ بود کہ از ہدایت تا نہایت ہیچ یک
از احوال بلند و مکاشف ارجمند سر ہمت ایشان فرو دمے آمد
در عین بحر یافت دم از نا یافت زدہ خشک لب بودند این
رباعیٔ شریفہ نیز دلالت برین حال ایشان مینماید رباعی

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود تا جانباقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند کم باید کرد و خشک لب باید بود

روزی عزیزے یکی از مخلصان ایشان کتابتی نوشتہ بود ایشان بر
ظہر آن کتابت رقم نمودند کہ دریغ این عاجز گرفتار را قوتِ کار نماند
و اگر نہ بہ توفیق اللہ تعالیٰ درین دو روزہ عمر دیوانہ وار ما نمی باز
ماندگے خود میداشت و در جستجوی کیمیائے مقصود تگ و دوے
می نمود و زندگانی فدائی این راہ میکرد حق تعالیٰ درین افتادگی
نیز دردی و آشوبے کرامت فرماید کہ کار دو جہانی خود را در قبضۂ اختیار
و اقتدار او نہادہ از مجموع گرفتار یہا فراغے بیابم آمین یا رب العالمین
امید از آن برادر آنست کہ روی بر خاک بنہد و از برائے حصول این
آرزوی فقیر از خداء عز و جل بخواہد کہ دُعاءُ الغائب للغائب اسرع

اجابۃ آمدہ، والدعاء از خدمت شیخ تاج الدین سلمہ اللہ شنودم کہ گفت روزی حضرت خواجۂ ما را وقتی رو مید اد کہ ہمچنین بند ہای قبا کشادہ با سینۂ عریان و دستار پریشان متوجہ ساحل دریا شدندی آثار شکستگی بسیار و قلق فراوان و اندوہ عظیم از ایشان ظاہر بود من در قفای ایشان میرفتم بعد از مدتی ایشان از آمدن من اطلاع یافتہ آہ و درد تمام فرمودند کہ ای فلان آنقدر واردات و احوال و فیوضات و انوار و اسرار میریزند کہ اگر این دریا سیاہی شود از نوشتن آن کوتاہی کند اما مرا از اینہا چہ کہ مطلوب من از دید و دانش و ورست لہٗ قدس سرہٗ

طلب بیچون و مطلب بیچگونہ نہ آنرا شیہ دنی این را نمونہ

وہم شیخ تاج الدین حکایت کردند کہ روزی در صف جماعت نماز در پہلوی ایشان بودم در میان نماز آثار استیلای گریہ و اضمحلال از ایشان احساس نمودم بعد از ادای نماز ہمچنان حیران و گریان بحجرۂ شریف رفتند من نیز بر اثر ایشان درآمدم و ہمچنان ایشانرا گریان و کثیر الاحزان یافتم بعد از ساعتی گستاخی نمودہ پرسیدم کہ سبب این گریہ بے اختیار و اندوہ و آشفتگی بسیار چہ باشد گفتند زین بگذر و مارا بدین درد بگذار از انجا کہ بعنایت ایشان بس دلیر بودم الحاح نمودم فرمودند در عین نماز کہ معراج مومن است روح من در طلب مطلب ورای الورا عروج نمودہ در جست و جوی آن چندانکہ مقدور داشت این مرغ پر و بال زد بدستش ہیچ نیامد ناچار حیران و گریان خود را در قفس قالب انداخت این گریہ از این حسرت بود وہم شیخ تاج الدین

فرمودند روزی در حجرهٔ خاص ایشان در آمدم ایشانرا بغایت مغلوب
و مستهلک دیدم در حکایت شدم اما آثار شعور بکلام خود در ایشان نیافتم
بیشتر گفت و گو و سوال درمیان آوردم تا بعد ساعتی چند بتکلم آمدند
و ساعت بساعت آثار صحو ظاهر شدن گرفت بعد ازان فرمودند فلان
کس امروز عجب رسیدی دیدی یا حمیرائی ماشدے که در حیرت و دهشت
و بیسنتی عجب رفته بودیم هم ازین غلبهٔ تفرید ایشان بود که سرے بمشیخت و
صحبت داشتن ایشانرا اصلا نبود و ایام توجه ایشان بتربیت درویشان
بدو سه سال کشید چون حضرت ایشان ما قدس سرہ از یمن الطاف و
الطاف ایشان بکمال و اکمال رسیدند آنحضرت خود را از صحبت و
تعلیم ارباب ارادت باز کشیدند و یاران را چه بتعریف و چه
بتکلیف بایشان حواله نمودند چنانکه تفصیل آن در احوال حضرت
ایشان بیاید انشاء الله سبحانه و خود انزوا گزیدند بشیوهٔ قطب
آفاق ابوعلی دقاق قدس الله سره بدرد و اندوه عظیم سر بگریبان نیستی
درکشیدند و جز بنماز جماعت بمسجد حاضر نمیشدند و هر که ایشانرا میدید
ناچار از عدم پیشه من اراد ان ینظر الی میت یمشی علی وجه الارض فلینظر
الی ابن ابی قحافه یاد میکرد مع ذلک از هیبت و دهشت دیدار ایشان
هر که هر کجا میبود بنقش دیوار میشد و غافلان را بمجرد دیدن ایشان بمصداق
خبر اذا رأوا ذکر الله تنبیهے میسر میشد. حکایتے که روزے عبور ایشان
بیکے از قراے که سکنهٔ آن مزارعان هنود بوده بوقوع انجامیده
بمجرد آنکه نظر آنجماعه بر ایشان افتاده باهمدیگر میگفته اند که این
عجب مردی است که از دیدن او خدا بیاد ما آید و از عظمت صحبت

بل رویت ایشان چه آشنا را و چه بیگانه را سخن برلب و مدعا در دل
مے پیچید و با ہمہ انکسار ایشان از دہشت ایشان بسیار مردم وا نا از
جا میرفتند عزیزے از اعلام فضلاے معتمر گفت روزی رسیدم بصفِ
جماعت نماز که برپا شده بود دران صف حضرت خواجه نیز بودند در
صف پیش جائے نبود مگر پہلوے حضرت خواجه که از ادبِ ایشان
درویشان فرجه گذاشته بودند مرا چون بخواجه اعتقادے چندان نبود
ایشانرا طفل دیده بودم و الحال قیاس بخود خردسال یافته رعایتِ
ادب بخاطر نیامد و آمده خود را دران فرجه درنج کردم ساعتے نرفته
بود که دیر شکوه و عظمت خواجه بردلم حمله آورد چندانکه خود را زان میکشیدم
فائده نمیداد تا بحدی رسید که بی اختیار در عین نماز اندک اندک خود را
برقفا میکشیدم و تا بجائی رسیدم که اگر قدم عقب بگذارم از صف
بیفتم خبردار گشتم و از مشاهدهٔ این معامله از مخلصان حقیقی آن عارف
بزرگوار گویا شدم و با ہمہ ابہت گاه از جوش قلق و سقوط دید خلق تنها در
کوچه و بازار میگذشتند و در زیر سایهٔ دیوارے برخاک می نشستند
با ہمہ مستیها و فرو رفتگی ها و حیرت سرموی در امور شرعیه و التزام
عزیمت فتوری نمیرفت و سماع و رقص و وجد و حال را آنجا مجال نبوده
تا بحدی که روزے در حضور ایشان یکے از درویشان بجهر گفت
الله ایشان فرمودند باو بگوئید که آداب مجلس نگاه داشته بمجلس ما بیاید
و اگر از مریدان ترک ادبے بظهور میرسید بظاهر دیرا خشونت نمے
نمودند و نمیراندند تعریب ظاهری خود کجا اما باطنِ خود را از و میکشیدند یا
او بستگی در احوال خود میدید یا در خواب و واقعه لوی امرے می نمودند

کرمتنبہ میشد

"ای تو مجموعۂ خوبی زکدامت گویم" شاہد عظیم بر علو رتبۂ ایشان ہمیں بس کہ دو سہ سال بر مسند مشیخت بودند درین مدت قلیلہ چہ مردم کہ از خوانِ دولت ایشان روزے مند گردیدند وچہ برکات وآثار کہ در کشور وسیع ہندوستان از ایشان انبساط گرفت واین سلسلۂ طریقہ نقشبندیہ کہ درین دیار غریب بود ترویج تمام یافت آنکہ بسیار از مشائخ این سلسلہ آمدہ سالہائے بسیار درین دیار ماندہ بودند اما برکات این دو سہ سالہ دران سالہا کجا بود کما لایخفٰی فاضلے باین حقیر گفت بعضی شیخان بزرگ و صاحب حال وقال درین روزگار شصت ہفتاد سال در ہند شیخی کردند معلوم است کہ از ایشان کہ ماندو چہ ماند شاہد بزرگے خواجۂ شما ہمیں بس کہ چہل سالگے رفتند ودو سہ سالے ہدایت نمودند وعالمے راہبرہ ور گردانیدند واین فقیر از زبان شیخ بلند مکان لجۂ نقر و نیاز دعرفان ارشاد پناہ شیخ محمد بن فضل اللہ رحمہما اللہ شنود کہ تقریبے را در حق حضرت خواجۂ ما فرمودند شان بزرگے این عزیز ہمیں بس کہ سہ چہار سال بیش بہدایت نپرداخت وتا امروز آثار وبرکات آن روز افزون است گویند دران چند روزہ ارشاد ایشان بسا شیخانے کہ آنحضرت در ایام تردوات طلب بہ صحبت آنہا رسیدہ بودند وفاتحہ و دعا و تلقین ذکر از ایشان گرفتہ آنہا نیز منجذب شدہ آمدہ از مریدان شدند گویند بعد از قدوم ہدایت لزوم ایشان بشہر معظم دہلی بعض مشائخ بزرگ آن بلدہ از ظہور ایشان غیرت بردند و توجہات گماشتند آخر فائدہ ندیدہ جز ضرر خود ناچار از مخلصانِ حقیقے شدند

بعض طلاب از جاهای دور دور بخدمت علیه میرسیدند و برخی در راه عوم بودند که خبر انتقال ایشان شنودند مرشدی میر محمد نعمان رحمه الله گفتند بدانی یا از ملک خراسان در آگره بدار الشفای حکیمی بیمار دیدم از حالش پرسیدم گفت مرد حینی رحجان بودم در دکن حضرت خواجه باقی را در خواب دیدم و بعشق ایشان اینجا رسیدم چون خبر انتقال ایشان شنیدم ازین اندوه ملول شدم واکنون بیمارم و باین حال خراب از عشق آن بزرگوارم، این گفت و زار زار بگریست اکنون چون حرف انتقال ایشان رسید زبان شکسته خامه را بران قصه باید آورد چهل سال عمر شریف حضرت خواجه با چهل رسید که تکمیل تام طبیعی انسانی دران است و تکمیل معنوی را نیز دران اثری لاجرم حضرت خواجه را بعد ازین اربعین از تنگنای این جهان پر ملال هوس انتقال شد اگر درین ایام خبر رحلت کسی می شنودند آه مردانه از دل سراپا درد بر آورده میفرمودند خوش خلاص شد و مراد آنحضرت باین خلاصی تعری از لباس هستی موهوم بود و مجرد شدن مشهود از خیال که لازم زندگانی این جهانی است چنانکه عارف رومی قدس الله سره الاقدس بزبان انتقال مترنم این مقال بود ؎

من شوم عریان ز تن او از خیال تا خرامم در نهایات الوصال

دران ایام واقعه نسبت بخود دیدند که آخر آن این عبارت بود فحقیقت وحیداً طریداً فریداً و نیز درین روزها یکی از ازواج المطاهره خود فرمودند که چون عمر من بچهل سالگی رسد مرا واقعه عظیم پیش آید و برای تفهیم او بطبیعت آمده که خدمت مبارک گشوده نمودن فرمود..

این لطیفه برکف منت نشانهٔ آنست که گفته شد هم درین ایام گویند
روزی آئینه بردست گرفته یکی از ازواج خودرا طلبیده فرمودند بیا تا
ما هم درین آئینه نظر کنیم آن عفیفه میفرموده در آئینه ایشان را پیر سفید
محاسن دیدم ترسیدم و گفتم بمن اینچنا مینماید که من زهرهٔ مشاهدهٔ آن
ندارم تبسم فرمودند و خودرا بصورت اصلیه خود که محاسن عنبرین بود وا
نمودند هم درین ایام چنانچه عادت شریف ایشان بوده که مکشوف
خودرا خواب گفته مذکور میکرده اند روزی بزبان شریف رانده اند
که در بعضے خوابهائی معلوم میشود که درین نزدیک کس کلانے از سلسلهٔ
علیهٔ نقشبندیه فوت خواهد شد ناگاه فرموده اند که جائے درکنار شهر دهلی
باید اختیار نمود و ترک اختلاط خلق کرده همانجا مدفون شد درین باب بعض
خلص اصحاب خودرا استخاره فرموده اند چون اجازة معلوم نشده
ترک آن اراده نموده اند باز روزی فرموده اند که دیده شد که میگویند
برای غرضے که ترا آورده بودند تمام شد الحال سفر باید کرد مرتبه دیگر فرمودهٔ
اند دیده شد که میگویند قطب زمان درگذشت درین حین من قصیدهٔ
غراو مرثیه خود میخوانم و تعریفات عالیه دران مندرج است چون اواسط
شهر جمادی الثانی سنه هزار دو وازده رسیده امراض بر ایشان
غلبه کرده درین ایام فرموده اند حضرت خواجهٔ احرار رضی الله عنه
را نخواب دیدم که فرمودند پیراهن بپوشید بعد از نقل این خواب
حضرت خواجهٔ ما تبسم نموده بزبان رانده اند اگر زنده مانیم چنان
کنیم والا کفن هم پیراهنی است و همچنین یکے از مخلصان که درین ایام
اراده سفری داشت فرموده اند چند روز کسے جائے نرود که آخر ها ئی

بازار ماست بعض مخلصان رشید درین ضعف غوامض علوم تحقیق مے
نموده اند و آنحضرت تحقیقات عالیه میفرموده درین میان مشبے ضعف
غلبه نموده چنانچه گویا حالت نزع بظهور رسیده بعد از مدتے بحال آمده
فرموده اند اگر مردن عبارت از ین است چه نعمتے بوده است که از ان
حال برآمدن خوش نمے آید روز شنبه بست و پنجم ماه مذکوره آثار
احتضار ظاهر شدن گرفته بنظر های که متضمن وداع یاران باشد می
نگریسته اند و اصحاب میگریسته اند و ایشان تبسمے و تعجبے مینموده
اند گویا اناده آن میکرده اند که عجب از شما که درویشانید و از دائرهٔ رضا
بقضا بیرون آمده فزع مے نمائید درین اثنا بر زبان درویشے کلمهٔ
متبرکه یا اله العالمین رفته بسرعت تمام منجانب وے دیده روی مبارک
بجانب او گردانیده اند یکے از حاضران گفته این توجه و تحرک ایشان
از شوق استماع تمام محبوب بود ازین سخن آب در چشم مبارک جمع شده
پاسے از روز مذکور مانده بود که جهراً بذکر اسم ذات مشغول شده اند و
همچنان الله گویان جان بجانان سپرده رضی الله تعالی عنه بعد از انتقال
موضعے که خاطر مخلص اصحاب ایشان بران قرار گرفته برائے قبر حفر
نموده چون جنازه را درویشان دلریشان برداشته اند از دیوانگے
که حاملان را بوده بانجا که حفر قبر نموده بوده اند تابوت را نبرده اند بل بزمین
دیگر برده فرود آورده اند بعد از فرود آوردن دران زمین چه بینید که
این زمین مکانے بوده است که روزی حضرت خواجه تقریبے را با یاران
بآن موضع رسیده آنجا را خوش کرده وضوی ساخته دوگانه گذارده
بوده اند و خاکے از ان موضع پاک بدامن مبارک ایشان چسپیده بوده

برزبان شریف رانده اند که خاک این موضع دامنگیر ما شد لاجرم درہمان مکان که جوار قدمگاه حضرت رسالت پناه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم است ونزدیک شاه راه، آن شاه اقلیم ارشاد را گنج وار بخاک سپردند وامروز بہ یمن سعی خدمت خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ تعالےٰ حوالے آن مزار از آبشار د اشجار و ازہار بہشتے شده یُزَارُ وَیَتَبَرَّکُ وَیَنْفَعُ ؎

شمع مزار او ہمہ نور غفور باد | دلہائے زائرانِ درش غرق نور باد

فضلاء وعرفا مرثیہا با تواریخ انتقال رقم زده اند اینجا با یراد تاریخ منظومہ کہ راقم را روی داده اکتفا میرود ؎

ذاتی کہ بدوست بود باقی | از خود ہمہ فانی الصفت بود
بر خالقِ خویش جملگی عشق | بر خلق تمام عاطفت بود
دی تشنہ دلم بسالِ فوتش | خوش گفت کہ بحرِ معرفت بود

(از زبدۃ المقامات)

مثنوی قبل از زمانِ درویشی

در توحیدِ باری عزّ اسمہٗ

بنامِ آنکہ دریائی وجود است — زیک موجش دو عالم را نمود است
عجب بحر است خود در خود شناور — تعالیٰ شانہٗ اللہ اکبر
نمودی فارغ از ننگِ خدائی — فرو رفتہ بہ بحرِ آشنائی
زیک بحر است چہ انفس چہ آفاق — چہ حسن و عشق چہ قید و چہ اطلاق
ہمان بر وحدتِ خود پائی بر جا — ز خود کرد ایں ہمہ کثرت ہویدا
ز بحرِ جودِ او کونین جوئی — ز جوئی لطفِ او آدم سبوئی
ازیں کثرت نیفزود اعتبارش — وزیں جنبش نشد ہرگز قرارش

حوادث را بدآتش نیست کاری
نیاید ہرگزش نو اعتباری

(خواجہ باقیؒ)

مثنوی

دربیانِ آنکه وجودِ صوریٔ انسان هرچند از عالمِ خلق است اما حسبِ باطن از حضرتِ قدس است

من نه همینم[1] که نمودِ من است
جای دگر رقصِ وجودِ من است

نقطهٔ محرابِ جماعت منم! — دانهٔ سیرابِ زراعت منم
ابروی پیشانیٔ من دلکش است — قطرهٔ نیسانیٔ من آتش است
عقل نمک ریزِ کبابِ من است — خونِ جگر نامِ شرابِ من است
مردمکِ دیده به هندوی ام — گوشِ نصیحت به رضاجوی ام
دیده متاعِ نمردگانِ من — شورِ دو عالم به نمکدانِ من
خنجرِ مژگان سرِ جوگانِ من[2] — گوی توجه نمکِ بجانِ من[3]
نافهٔ مشکم شکر آمیخته — درتهٔ سرپوش نمک ریخته
بر سرِ هر بند گهر مانده ام — در تنِ هر موی شکر مانده ام

---

(۱) چنینم (۲) بس است (۳) بس است

خامۂ[1] کلیدِ سرِ انگشتِ من — گنجِ دو عالم همه در مشتِ من
تکیہ بہ بالینِ جگر کردہ ام — خرقہ آلودہ بدر کردہ ام
غنچہ تماشای بستانِ من — رشکِ بہار است زمستانِ من
حرفِ من اکنون بسخن گوی است — در پیِ[2] معجونِ ہنر جوی است
بر سرِ ہر نکتہ علم می کشم — ہر دم و ہر لحظہ ستم می کشم
دیدۂ عالم بتماشای من — بلبلِ[3] من غنچہ سودای من
گر بہ سرم[4] دربدری نیستم — زانِ خودم از دگری نیستم
گوہری از کان ضمیرِ من است — از نمکِ سادہ خمیرِ من است
صفحۂ خاطر ورقِ خویشی ام — تاجِ مکلل سر درویشی ام
آہ چہ گفتم دمِ خامی زدم — دستہ کوتہ بتمامی زدم
ہر چہ مرا ہست از و دیدہ ام — ریزہ[5] خوان از کرمش چیدہ ام
کردہ بہ ہنگامِ بیانِ ادب — نرمی و سختی بفسون و غضب
زان یدِ بیضای تقصیرِ من — ساختہ مقراض گلو گیرِ من
خوردہ و کاران حرم اتحاد — آدمیان اند فرشتہ نژاد

---

(۱) خامہ کلید است در انگشت من (۲) یعنی کہ معجونِ الخ (۳) بلبلم و غنچہ بسودای من
(۴) اگر بدرم الخ (۵) ریزہ خوان کرمش چیدہ ام

پیر و جوان خوشهٔ یکدانه اند | یک کف سرجوش کریمانه اند
در نظرت هر مژه چندین کژیست | احولیت باعث این کژرویست(۱)
خیز و زمانی نظرت راست کن | رشتهٔ خود را گهر آراست کن
شیر شکاران مسیحی نفس | بیهده چندین نه زنندی نفس
ای نمک بی نمکان دردلم | شورش شوریده دلان حاصلم
آتش سودا سوی مغزم دوید | اشتر(۲) رهوار رمرائی برید
زخم دلم مرهم آن دود شد | ریزهٔ الماس نمک سود شد
آتش و آبی که درین منزل است | چشمهٔ ره منتظر بسمل است
خاک بشو دل بگرانی منه | پشت تغافل بجوانی منه
بی غرضی شمع نیفروختند | بیهده افسانه نیاموختند
خیز و بسودای شکاری تباز | چند نشینی، پی کاری تباز
مست نه پای خماری(۳) بگیر | دست دل و دامن یاری بگیر

---

(۱) کژنظریست (۲) ابرش رهوار الخ (۳) کسی راگیر

در بیانِ آنکه دُنیا و غمِ دُنیا هیچ است و از آنِ مطلق اوست

این همه سر رشتهٔ پُرتاب و تپیچ | جز غمِ بیهده چه چیز است؟ هیچ
غارتیان اند لگاهے بکُن | از پیِ غارت شده آهے بکُن
ای خنک آنها که از ین رسته اند | دل به چراگاهِ [1] دگر بسته اند
دست بفتراکِ سحابی زده | آتشِ خود را کفی آبی زده
سوخته ای خرمنِ مهتاب را | بسته بآتش گذرِ آب را
خار مشو در قدمِ گل نشین | در بُنِ دندانِ توکّل نشین
دستِ طمع از دلِ خود دُور کن | کلبهٔ خود خانهٔ زنبور کن
گر مگسی دستِ ملامت مگیر [2] | ور نه ره در سمِ سلامت مگیر [3]
بر سرِ هر خوان نظر انداختن | نرد زبون گیریٔ خود باختن
دل به شبیخونِ کشایش دهی | هیزمِ بوسیده بآتش دهی
بر سرِ هر لقمه گرانی کنی ! | آب شوی جرعه فشانی کنی
سنگِ ملامت سرِ دندانِ تو | زخم زبان مائدهٔ خوانِ تو
گوش بر آوازِ دهش [4] ماندهٔ | مانده در کامِ سخن ماندهٔ

---

(۱) بہ گلستانِ (۲) بگیر (۳) بگیر (۴) دهن -

دست سوی خوانِ عنایت بکن | این همه هیچ اند و کفایت بکن

کیست پس و پیش پس و پیش اوست | رازقِ هر خواجه و درویش اوست

جمله از ان خوانِ کرم می رسد | هم بخوشی هم به ستم می رسد

گر بمثل سنگِ حصار آوری | از خور و آشام کنار آوری

تنگ بندی (۱) رخ مقصود را | سنگ دهن (۲) خواهشِ نابود را

روزی (۳) پیوسته خرامان رسد | باذرکان بر سرِ احسان رسد

در پسِ پشت از روح سبک تر رود | باد شود با نفست در رود

ور بهوس پای طلب بر نهی | خواهشِ عالم همه در سر نهی

باد شوی در طرفِ جستجوی | خاک شوی در گذرِ آبروی

انچه نه از تست تغافل کند | غنچهٔ بیهوده گیت گل کند

دست خوشِ سنگِ ندامت شوی | مسخره و گوی ملامت شوی

صاحبِ عالم به همه حاضر است | بر بد و بر نیکِ همه ناظر است

باش (۴) که چون روزِ قیامت رسد | از همه سو بانگِ ندامت رسد

شحنهٔ پرسش بشتابت (۵) رود | بر سرِ دیوانِ حسابت برد

خواهش اگر بیش دگر کم بود | پایهٔ خواهش به جهنم بود

---

(۱) لب (۲) دهی یا زنی (۳) روزی تو بر تو فرادان رسد (۴) آه (۵) به ندامت برد.

بر سرِ هر چه پای چو نهادن است | خواه یکی خواه دو افتادن است
جانبِ خوبان نظر افگندنت | زندگی و بسیار بود مُردنت

حکایت

بی خبری بود گرفتارِ خویش | جوش زن از گرمیِ بازارِ خویش
مرحله پیموده بسودای زر | کرده به هر بادیه[۱] خود گذر
ناگه ازانجا که به پیشانیش | بود دو حرفی ز پریشانیش
گوشهٔ چشمش به نگاری رسید | طُرفه نگاهی بی کارش رسید
خواجهٔ سودا زده دیوانه شد | فتنهٔ[۲] آن نرگسِ مستانه شد
آن همه اسباب به یک جو فروخت | خرمن بی فائده را برق سوخت
رقص کنان گرم تمنای خویش | نه سرِ سودای و نه پروای خویش
هم سفری داشت ز سودای خام | شد به ملامت گریش تیز کام
آمد و گفت این همه مستی که چه | بی جهت این باده پرستی که چه
یک نظر است این همه غولی مکن | باخبرم از تو فضولی مکن
چون نفسِ[۳] سرد بگوشش رسید | گفت که ای در دلِ تیغ ناپدید

---

(۱) بادیه و رهگذر (۲) عاشق (۳) سخن

بی خبری از من و کردارِ من ‌‌ — ‌‌ رو که نهٔ محرمِ اسرارِ من

شعلهٔ دیگر بجگر از غم رسید ‌‌ — ‌‌ بادِ مسیحا بدماغم رسید

شد چو بدل ریزهٔ الماس خوار ‌‌ — ‌‌ خواه یکی ریزه و خواهی هزار

ور سخنم را بگزاف آوری ‌‌ — ‌‌ بر سرِ تهمت همه لاف آوری

مردنم اینک خبرِ حالِ من ‌‌ — ‌‌ دادنِ جان شاهدِ احوالِ من

چون دمِ آخر نفسِ گرم داشت ‌‌ — ‌‌ دستِ(۱) اجل بس روشِ نرم داشت

آمد و آن نقدِ گرامی سپرد ‌‌ — ‌‌ سردی و گرمیش تمامی سپرد

باقی از افسانهٔ مردم خموش ‌‌ — ‌‌ در تو اگر چاشنیٔ هست جوش

ورنه برو آتشِ می وام کن ‌‌ — ‌‌ ساقیٔ خود را نفسی رام کن

تا سبو یک جرعه عنایت کند ‌‌ — ‌‌ حاصلِ کونین کفایت کند

ساقیٔ الهام، مے آمد مرا ‌‌ — ‌‌ حصه همی جامِ مے آمد مرا

دست برآور به مے لاله رنگ ‌‌ — ‌‌ شیشهٔ ناموس بیفگن بسنگ

تا گر امروز براهی شوم ‌‌ — ‌‌ قابلِ تسخیرِ نگاهی شوم

عشق بشارت دهِ فرزانگی است ‌‌ — ‌‌ عشق نه از جملهٔ دیوانگی است

عشق کمال است بهر سو کجاست ‌‌ — ‌‌ قصهٔ عنقا، صفتِ کیمیاست

عشقِ مجازی لقبِ او مجاز(۲) ‌‌ — ‌‌ صد در از و سوی حقیقت(۳) دراز

---

(۱) دست اجل از تنفس آزرم داشت (۲) نهاد (۳) کشاد

دستِ من اکنون بگهر سُفتن است　　　روزِ نخستینِ سخن گفتن است

روزبه دگر رونقِ دیگر دهم　　　حصهٔ درویش و توانگر دهم

کوششِ من آنکه بدریا رسم　　　موجه بر آرم به ثریا رسم

چند دگر سنگ کنم قوتِ خود　　　در صددِ سُودنِ یاقوتِ خود

باغِ بهشتم نفسِ گل کنم　　　هرچه بگویند تحمّل کنم

کام شوم مشربهٔ دل خورم　　　جام شوم زهرِ هلاهل خورم

دستِ مرا سوی محمّد برید　　　بر درِ دریوزهٔ احمد برید

بر سرِ آن خوان که کریمان نهند　　　شاه و گدا را همه یکسان نهند

همتِ پیران مددِ جانِ من　　　لطفِ عزیزان پیٔ درمانِ من

ارکه بهمسائگی مردم است　　　گرهمه دیواست ازهش خودگم است

عشقِ سخندانِ رموزِ من است　　　در دلِ شب مشعلهٔ سوزِ من است

زینتِ دل رونقِ ایمانِ من!　　　مونسِ من، محرمِ من، جانِ من

حالِ تو هم باتو بگوییم که چیست　　　خود تو بگو محرمِ این پرده کیست

ای تو نمک پاشِ کبابِ دلم　　　چاشنی اندازِ شرابِ دلم

موی شکافندهٔ معنی توئی　　　شاهد و ساقی و مغنی توئی

روئے زمین آب و جو داز تو یافت　　　پشتِ فلک چشمهٔ جود از تو یافت

پنجهٔ خور مشعل بردارِ تو!　　　ثابت و سیاره پیٔ کارِ تو

ای که سرِ عشقِ مجازی تراست — خواهشِ این شعبده بازی تراست
بایدت اوّل ادب آموختن — دیده بهم دوختن و سوختن
بی ادبی راه نمود هواست — ده که هوا از چه و عشق از کجاست
گر سرِ انساست سخن گوش کن — ورنه مگو بیهده خاموش کن

حکایت

در طرفِ روم یکی ماه بود — لایقِ نظاره و دلخواه بود
شهد و شکر را بهم آمیخته — بر سرِ آن کانِ نمک ریخته
شانه و آئینه فگنده ز دست — رسته ز منّت کشئ هرچه هست
در هوسِ زینتِ رخسارِ خویش — کرده حواله به ادب کارِ خویش
عنبرِ احسانِ عمل یافته — غالیۂ عزّ و جلّ یافته
بادِ مسیحائی نزهت گریش — ساخته از گردِ تکلّف بریش
سروِ قدش در روشِ روحِ پاک — وز خمِ تعظیم ببوسیده خاک
ماه که سرِ حلقه بگردن نهاد — صبح نگر رو بزمین چون نهاد
چونکه بنفشه سرِ تعظیم یافت — دست دماغ از کرمش سیم یافت
سنگ دو روزی بادب درنشست — لعل شد و بر سرِ سنجر نشست
خسروِ عاقل دمِ بیباک زد — آمد و زخمی جگرش چاک زد

(۱) ورنه

کوه کن از تلخی تمکین خویش / شیر بها یافت ز شیرین خویش
غنچه نفس در قفس خویش کرد / چشم ادب یکدو نفس پیش کرد
آخر گلبانگ تحمل(۱) گرفت / دست گشاده دهن گل گرفت
ساده رخی رفت به مهمانیش / لب همه افسون پریشانیش
آن صنم القصه ادب کیش بود / بر بد و بر نیک خوش اندیش بود
گفت که ای سیمبر این شیوه چند / نخل برومند توی میوه چند
دست بشاطه گری باز کن / گرمی بازار خود آغاز کن
گل به شب تیره منور که دید / محتشمی بی زر و گوهر که دید
گوی فلک این قدر آهسته نیست / دیده خورشید فرو بسته نیست
وقت کمالست نشستن که چه / ختم(۲) نه اینست شکستن که چه
لازم خوبیست ستم کیشیت / معنی ناز است کم اندیشیت
زهر گیا ار بکشد باک نیست / در نفس ما(۳) و تو تریاک نیست
شوخ ادب چون سخن بزم گفت / گرچه بر آشفت عجب گرم گفت(۴)
کرد لب از آتش معنی بجوش / گفته خرد نکته به نکته بگوش

---

(۱) تجمل (۲) آخر من نیست شکستن که چه (۳) ماه (۴) سفت

مثنوی گنجِ فقر

کنم از گنجِ فقـــر آگاہ انیک
درآیم در سخن بِسم اللہ انیک

مثنوی

دُعا و التجا

خداوندا بفقرم راه بنمائی!
دری زان رہ سوی درگاہ بکشای

کہ از ناکامیٔ خود کام یابم
دران افلاسِ کُل آرام یابم

غنا در فقر و فقر اندر غنا گُم
بشویم دست ازین شوریدہ قلزم

شوم در قعرِ دریای الٰہی!
امانت دارِ دُر ہای الٰہی

ز آشوبِ دماغِ پُر تحیر
گہی خود را صدف بینم گہی دُر

گہی زین ہر دو بالاتر گزینم
صفاتِ بحر را در خود ببینم

بجنبش آیم از موجِ تفکر
کنم دامانِ کوہ و دشت پُر دُر

بگیرم در کف از دُر شاہواری
ہم از خود بر خود افشانم نثاری

ز جوشِ سینہ چون گردم سبک سیر
بیندازم بنای این کہن دیر

آغازِ گنجِ فقر

بیا باقی چرا زین گونه پستی
اگر دریا نہ خود قطرہ ہستی

صدف چندی گرفتہ در کنارت
زبی رنگی بہ رنگ افتاد کارت

صدف بشکن ز دریا گوہر آور
تو خود غوّاصِ خود شو سر بر آور

عروسان طالبِ این گوشوار اند
برون آتا بپایت سر گذارند

یکی در پردۂ گفتار برخیز
بگوشِ نو عروسِ خوش در آویز

اگر شد پردہ نا زیبا چہ باک است
جمالِ پردگی بس تابناک است

چو نورِ پردگی بیرون نہ تابد[1]
کسی از پردہ جُز نامی نیابد

طلب بسیار شد وقتِ قبول است
بگویم گرچہ می دانم فضول است

کنم از "گنجِ فقر" آگاہ اینک[2]
در آیم در سخن بسم اللہ اینک

---

(۱) شتابد (۲) اندک

در توحیدِ باری تعالیٰ
عزّ اسمہٗ

بنامِ آنکه دریای وجود است
ز یک موجش دو عالم را نمود است

نمودی فارغ از رنگِ خدائی(۱) | فرو رفته به بحرِ آشنائی
چو انجم پرده را یکسو نکرده | برون گشته پیِ اظهارِ پرده
ولی انجم پرستِ چند کوتاه | نگردیدند ازین اظهار آگاه
ز استیلائی عشقِ نامقیّد | فرو رفتند در(۲) انجم مجرّد
شده در قیدِ ناپاینده چند | هوادارِ فرو آینده چند
بسی کمیاب می باشد ازین کوی | خلیل لَا اُحِبُّ الْآفِلِین گوی
کجا آن غرقهٔ بحرِ مطالب | که سر پیچد ز امواجِ کواکب
وجودش موجِ اللٰهی بیابد | ز اصلِ موج آگهی بیابد
ببیند موجِ حُسن و عشق یکدست | شود زین(۳) موجِ عالمگیر سرمست
نه یک بحر است چه النفس چه آفاق | چه حسن و عشق چه قید و چه اطلاق

(۱) جدائی (۲) در نجم مجرّد۔ (۳) با موج

عجب بحر است خود در خود شناور — تعالی شانه الله اکبر !

اگر علمی است از علم خدائی است — خودی هم کبریائی بادشاهی است

درین معموره کثرت را چه کار است — همین یک ذات و دیگر اعتبار است

اگر قدرت وگر علم و اراده است — بظاهر نسبتی(۱) چند افتاده است

همان اصل نسبها چند و چون است — ز هر نسبت که میدانی برون است

ز بحر جود او کونین جوئی !!! — ز جوئی لطف او آدم سبوئی

سبوئی نه که از جوهر کشد سر — سبوئی آب رفتار و شناور

سبوئی خاک و آتش راندیده — خدائیش جمله از آب آفریده

چو آب صاف خالی از کثافت — شده ظاهر ز بیرونش لطافت

لطافت عکس نور لایزالی — نه آن عکسی که از اصلست خالی

چه عکس است این قدر از اصل معمور — چه نور است این همه سبحان ذی النور

زهی(۲) قدرتی که چندین بیش و کم ساخت — ز بحرش قطرهٔ بیرون بینداخت

همان بر وحدت خود پای برجا — ز خود کرد این همه کثرت هویدا

ازین کثرت نیفزود اعتبارش — وزین جنبش نشد هرگز قرارش

حوادث را بذاتش نیست کاری — نیاید هرگزش نو اعتباری

بنام ایزد زهی دریای سرمد — تعالی الله زهی ملک مؤبد

---

(۱) نسبتی (۲) زهی نوری یا زهی قدرت

ازین دریا نمیدانم چه گویم | چون در موجش ز هستی دست شویم
چو من در نیستی گردم تهی گرد | که خواهد گوهر از دریا بر آرد
خبر داران این بحر پر از نور | وجودی داشتند از غیر مستور
قُبابِ[1] عزت اندر رو کشیده | جمالش چشم مخلوقی ندیده!
در آن پرده که دریا خاص خود بود | چنین دانم که خود غواص خود بود
چو من در موج دریا ره نوردم | گهی در فرق وگه در جمع گردم
چه[2] گویم زیر چوگان ارادت | بشارت باد بختم را سعادت

مُناجات

خداوندا درین چاهِ نفس گیر | طلسم حیرت[3] و زندانِ تزویر
حلاوت گیر دلهای عزیزان | فرح بخشِ دماغِ بی تمیزان
سرای سر بسر خون ریزِ مردم | مُشَعبد خانۂ پُر مار و کژدم
همه منقاد ابلیسِ لعین را | نهاده زخم جانِ نازنین را
بسر بازی رسیده نفسِ نامی | کشیده از می ابلیس جامی
قبولی گرچه از شیطان شنوده | ز شیطان گوی رسوائی ربوده
همان[4] ابلیس را فرزند بی قیل | خطابش قرة العین عزازیل

---

(۱) نقابِ غیرت بر رو کشیده (۲) چو (۳) حسرت (۴) همه

زآتش زادہ دیو آدمی رنگ — بآتش بارگی عالم ازو تنگ
من بیچارہ در دامش زبونم — درونِ چاہِ او بارتش نگونم
گہی در خشم گہہ در آرزو خوار — میانِ آب و آتش دارم(۱) کار
گہی در خلوتِ شیطان کشد رخت — در ایوانِ سیہ بختان زند تخت
گہی در روی کارم پردہ آرد — یقینم را بتاریکی گذارد
گہی تا زد پیٔ کسبِ کمالات — دہد نقدم بتاراجِ خیالات
گہی این نا قبول از بس عداوت — پیٔ جذبِ **قلوب** آرد ارادت
ز درویشی کند شرح و بیانی — ز علم و شعر خواند داستانی!
گہہ آید در سکوت و در تفکر — شود اہلِ ارادت را(۲) تصور
کہ جانش غرقِ دریای وجود است — بروں از خلق در عینِ شہود است
زمانی در مناجات آورد روی — ز فکرِ آخرت گردیدہ یکسوی
کہ از بہرِ چہ تخمِ زہد کارم — بہر لذّات فردوسی ندارم
ازین غافل کہ دنیای لعین را — بپرورده فسادِ کارِ دین را
یعنی دوست را پروردن توان — چو پروردی عبادت کرد نتوان
گہی در عشق بازان(۳) افگند روی — ہوا دارِ زبانِ عنبرین موی!

---

(۱) دارم این کار (۲) از (۳) بازی افگند گوئی

دل اندر دستِ نظاره نهادن	متاعِ عقل و دین از دست دادن
برآید دودش از زلفِ مجعّد!	دران دامِ بلا گردد مُقیّد
چو بیند فتنهٔ رفتار و قامت	فراموشش شود هولِ قیامت
چو چشمِ پُرخمار افتد دو چارش	شود آشفته روز[1] روزگارش
کند مژگانِ خون ریز از کناره	به عیاری دلش را پاره پاره
نگاهی آتش افروزد جنون را[2]	بسوزد خرمنِ صبر[3] و سکون را
فسون از دولتِ تریاک روحش	ز نخلستانِ خلد آرد فتوحش
شود افسانهٔ روت در دماغش	دمِ سردی برافروزد چراغش
به تهمت[4] های خون ریز ار شود خیر	نه دینش ماند و نی دل نه تدبیر
درین دُکانِ سودا چند باشم	بدین آهنگ تا کی دل خراشم
غباری را که نهادی اساسش	به لطفِ خویش کردی رُوشناسش
نخست از خلوت افگندی برونش	بدین ویرانه کردی رهنمونش
فرستادی درین ظلمت سرایش	شکستی خارِ محنت زیرِ پایش
به صد بیگانه سر[5] افراز کردی	بچندین دیو و دد همسانه[6] کردی
محبت نامه در جنبش نهادی	دبستانِ بلا را در گشادی

---

(۱) روی (۲) بار (۳) صبرش به یکبار (۴) تکلّم های یا تبسّم های۔

(۵) هم افسانه کردی (۶) هم خانه کردی۔

باُستادِ ہوس تسلیم کردی
بجذ متگاریش تعلیم کردی

نسیم غمزہ سر دادی بیاغش
دمی طرفہ دمیدی در دماغش

عنانِ عقل بگرفتی ز دستش
بشیرین عشوہ دادی شکستش

طریقِ عشق بازی رانمودی
دلِ ناکردہ کارش رابودی

خود از ہر سو عبیر افشان رسیدی
باندازی کہ می بایست دیدی

لباسِ مختلف پوشیدہ سرمست
ربودی صبرش از دل کارش از دست

بحمد اللہ کہ مسجودم تو بودی
خدا را بودنا بودم تو بودی

اگر در دیر و گر در کعبہ بودم
بتو می گفتم از تو می شنودم

تو بودی حلِ چندین مشکلِ من
تو بودی راحتِ جان و دلِ من

ہمیں سرگرمِ سودائے تو بودم
بہر جا در تمنائے تو بودم

اگر چہ این سخن مستانہ گفتم
غبارِ شرکِ چندیں سالہ رفتم

دو روزی کاندرین بتخانہ بودم
بسانِ سُبحۂ صد دانہ بودم

دلی ہر یک برآوردہ[2] دکانی
بہر جا رنگی و ہر سو نشانی!

درِ توحید بر رویم[3] کشادی
شعوری در دل رستہ نہادی

وجودِ رستہ برقی گشت سوزان
نہ در در خرمن صد رنگ پوشان

---

(۱) بآئینی کہ الخ (۲) دکانی (۳) رویش

برون رفتم ز خود چون دانه از پوست   بجستم از میانِ دشمن و دوست

وگر دانی که من حق ناشناسم   درین معنی ز اربابِ قیاسم

مرا بردار، خود کن ترجمانی   انا الحق گوئی و سبحانی تو دانی

چو من بی اعتباری خاک بهتر   ازین غش نقدِ هستی پاک بهتر

درین دریا که ناپیدا کنار است   حبابی گر فرو ریزد چه عار است

ربودی(۱) خواهم از یک جوش آهنگ   که هم تاجم براندازد هم اورنگ

غباری آیدم در دیده گستاخ   نه از صحرا خبر یابم نه از کاخ!

دماغم خود فروشی می نماید   مهی گر پرده پوش آید خوش آید

درین فیروزه کاخِ آدمی خوار   غریب افتاده ام بی یار و غمخوار

تو ای مسکین نواز و بنده پرور   به جولانگاهِ هیجانم در آور

چو در گور استخوانم را گذارند   پئ گفت و شنودم بر نیارند

که من رنگ ریا و شک ندانم   من و ما در وجودِ خود نخوانم

مرا بی حاصلی هایم تمام است   عذابِ گور ترسیدن(۲) کدام است

بجانم(۳) زان شعور و نکته دانی   تو دانائی بکن کاری که دانی

---

(۱) زبوری خواهم از یک لب خوش آهنگ (۲) پرسیدن (۳) ندانم من شعور الخ

حکایت

شنیدستم که می نالید پیری — ز دنیا و ز عقبیٰ گوشه گیری
جنون در کار و کارِ سینه اش بود — هوای خلوتِ دیرینه اش بود
همان بیرنگی و بی اعتباری — دمادم می فزودش بی قراری
همانا بود اوّل می ربودش — جمالِ خود نهانی می نمودش
سرشک از دیده می بارید و می گفت — شگافِ سینه می خارید و می گفت
که هر کس را تمنّای محالی است — نهانی هر دلی را قیل و قالی است
مرا هم در دماغ آرزو خیز — بخاری می رود نومیدی انگیز
که می دانم مرادم بر نیاید — ازین ششدر کشادم بر نیاید
ولیک از قسمتِ قسّامِ ذوالمنّ — نصیحت نا شنو جانی است در من
همین نابودِ خود می خواهد و بس — همین در آرزو می کاهد و بس
چو در حشر از لحد بیرون کنم سر — ز من بوی نه بینند(۱) اهلِ محشر
مبادا آن دمم شود(۲) از خود گرفتار — ز نفسی نفسیم افتد سر و کار

---

(۱) نیابند (۲) شوم

بفضلت چون بهشت آیم خرامان | غبارِ قصر و باغ از من برافشان
دماغِ خود پرستی نیست در من | تمیزِ بالا و پستی نیست در من
بلی آن را که چشمِ تیز بین است | دلی[1] با داغِ حسرت هم نشین است
برون از دوست آرامی ندارد | بخود قطعاً سرانجامی ندارد
من[2] این طفلِ سخن نادان درخواب | پی آن نیز[3] گیرم اندرین باب
زمانی حلقهٔ این در زنم چست | کنم بندِ تعلق از همه سست
شوم همراهِ[4] مردان اندرین غار[5] | متاعِ فقر را گردم خریدار
بآتش در دهم رختی که دارم | قلندروار آهنگی برآرم
برهنه از خود و فارغ ز پندار | ازین بازار بردارم سر و کار

زلوحِ دل تراشم نقشِ هستی
زمانی وارهم زین خود پرستی

---

(۱) دلش (۲) من و این طفلِ نادان درخورِ خواب (۳) راه گیرم (۴) همرنگ (۵) کار

در نعتِ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

گرم فیضِ ازل بخشد دل و دست
کہ در ہم ریزم این بتخانہ ہست

ازین اقبال یا بم احترامی | کنم خاصانِ احمد را سلامی!
سرشک افشان زمین بوس ثناگوی | بسلطانِ رسالت آورم روی
چو در نظارہ اش روشن کنم رای | دران نظارہ جاوید افتم از پای
تماشا را جگر بخشم کہ می جوش | تمنا را دہن گیرم کہ خاموش
بدل گویم سعادت ہم نشین است | مقام قاب قوسینِ تو این است
جمالِ خواجہ معراجِ وجود است | قبولش دُرۃ التاجِ وجود است
نسیم رحمتش پیکِ امین است | زمینِ خدمتش عرشِ برین است
چو در ایوانِ ما زاغم مقام است | بہشت و حور و قصر اینجا کدام است
ثنایش با ثناخوانش بگذار | تو نادانی زبانِ خود نگہدار
فدش می گوید ای من خاکِ پایش | کہ بی ہمتاست سروِ دلربایش
سہی سروی ز بستانِ خدائیست | ستونِ بارگاہِ کبریا ئیست

سرای کون دارد نور بینش | ازین فانوس شمع آفرینش
کلامم (۱) روح پرور مستنیر است | که روح القدس از وی بهره گیر است
همان عیسی ازین دم بهره ور بود | که در انفاس او چندان اثر بود
سرافیل است ابجد خوان این درس | نهاده گوش در سامان (۲) این درس
رخش مرآت نور لامکان را | صلا در داده بنیاد جهان را
که هان در من چه دیدی بیشک و ریب | خدا بین آمده (۳) در پردهٔ غیب
درون پرده من بودم که آدم | ملک را شد به مسجودی مکرم
جمال یوسف از من آب خورد داشت | که عالم را جهان (۴) زیر و زبر داشت
دلش آهسته با خود در ترانه | که از تیر عجب دارم نشانه
حریف راز دارم دیگری نیست | نهال عشق را جز من بری نیست
چنین دانم که اسرارش کماهی | خودش می داند و عالم (۵) الهی!
عروس خلقتش اندر شرح این ست | که نور قدس من پرده نشین است
سرای حسن و خلوت گاه عشقم | ز من جوئید ره من راه عشقم
صفات دوست را بی نقل و تحویل | منم یک نسخه و یک نسخه تنزیل
خدا جوئی که در من آ در دروئی | به دقت سنتم گیرد تگاپوئی

---

(۱) کلام زندگی بخشش مشیر است (۲) بر آواز الخ (۳) آمدی (۴) چنان (۵) علم

برون از فکر و فارغ از روایت — منم[۱] در گوشِ جان گویم حکایت

چو دلوش در قفس گردد نفس گیر — من از وی برکشم چون روغن از شیر

شود دانا به اسرارِ نهانی !! — بگیرد لوحِ محفوظِ مَعانی

جبینِ فطرتش[۲] با لفظِ چون دُر — سخن[۳] گوید که جانکاهست در خور

ز یک جانب جمالِ دوست دیدن — ز یک سو بارِ استغنا کشیدن

دل از معلومِ خود آزاد کردن — طلَب را در محال ارشاد کردن

دمِ تسبیح و استغفار بسیار — خبردا[۴]ر و ز راهِ بندگی کار

چو در دل نورِ تحقیق آورد جوش — حسابِ بندگی گردد فراموش

از آن لب تشنۂ[۵] استغفار این است — هم از مستغفرین شو کار این است

زبانِ اشک بر رخسارِ گلنار — حدیثِ عشق بازی کرده تکرار

برون در داده اسرارِ نهانی — شده سرگرمِ این گوهر فشانی

که طغیان را درین کشور گذر نیست — درختِ عشق را جز فقر بر نیست

چو عشق از نامرادی[۶] بار گیرد — برومندی رهِ نایاب گیرد

بیک یک ذرّه اش صد گونه راز است — فرود آ، خامه کین منزل دراز است

همینم بس که بفرستم سلامی — که کارم گیرد از وی انتظامی

درین حیرت رهِ بهبود یابم — روانش را ز خود خوشنود یابم

بمن کرمتہ یا ذا المکارمُ — علی خَیرِ الوَریٰ صَلِّ وَ سَلِّمْ

---

(۱) منش (۲) فکرتش (۳) گوینده (۴) خبر گوید که دارد بندگی کار (۵) نیز (۶) آب

مخاطبۂ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بیا ای آرزوی سینه چاکان
مرا از حسن بیباکی بیفشان

درین بستان اگر خاری شود کم — کدامی مرغ خواهد داشت ماتم
درین(۱) گلشن اگر برگی شود زرد — که خواهد خاک بر سر کرد ازین درد
چه خواهد شد اگر دریا بجوشد — نقابی بر سر یک قطره پوشد
فلک گر تند بادی را گمارد — کزین محفل غباری را برآرد
بیا ای نوح طوفانی برانگیز — باین خاکِ هوس آلوده بستیز
اشارت کن بموجِ پر تلاطم — غبارِ تیرک اندروی زمین گم
فرود آ ای کلیم الله ازین کوه — تجلّی کن باین فرعونِ اندوه
عصای اژدها صورت بجنبان — نمودِ چند را نابود گردان
نما ای خواجه ابروی هلالی — شبیخون(۲) بر برین شوریده حالی

(۱) ازین. (۲) شبیخون بر سر الخ

بگفت آور زبانِ گوهر افشان — غبارِ هوش از مغزم بر افشان

یکی روی جهان افروز بنمای! — حجابِ ماه و رشکِ روز بنمای

بتی را گرمیِ بازار بشکن! — خلل در طاقِ این کسری بیفکن

بکن دکانِ این شیطان مشوش — بهم برزن بساطِ آب و آتش

سرِ گردن کشی در سجده آور! — ابوجهلِ ضلالت را بزن سر

گرفتم ناکس و کژ مژ بیانم — محمد را رسول الله دانم

نقابِ کبریا از پیش بردار — مرا هم مندرج در امتی دار

درین دیرِ کهن بتها شکستی! — دلِ چندین صنم خواهان بجستی

فسونِ اهرمن نابود کردی — هدایت را سپندِ دود کردی

بتی دیگر درین ره خورده گردان — صنم خواهِ مرا دل برنجان

بسی رختِ هدایت بی رواج است — درین دکان سپندی احتیاج است

من اکنون خود سپند این متاعم — نما یک شعله در ابتیاعم!

بسی جستم درین نابود گشتن — ز تو گرمی و از من دود گشتن

دلی دارم که خوبی را غلام است — باندک جلوه کارش تمام است

چو دریای ملاحت بر زند جوش — کنم یکبارگی خود را فراموش

چو در عشقِ تو جان فرسائی باشم — کدامم من که پابرجای باشم

حکایت

چو سوزِ عشق در مجنون اثر کرد | تمنای دران دیوانه سر کرد
که دل از بندِ خود یکبار برداشت | نه از راحت نه از کاهش خبر داشت
تنش سرگرمِ خواهش(۱) زنده می بود | دلش از زندگی شرمنده می بود
علم بیرون زد از سیمائیش(۲) آن درد | عزیزان را و خویشان را خبر کرد
فغان برداشت بیدادِ(۳) تظلم | سرایت کرد در دلها ترحم
همه یکدل تهدیدش دویدند | زر و تیغ و زبان بیرون کشیدند
نخست از مردمی و خوش زبانی | فرستادند لختی ارمغانی
ترحم را شفیع خویش کردند | سر عجز و فقیری پیش کردند
شب مجنون و بیدارش گفتند(۴) | سرشکِ(۵) خواہش خونخوارلیش گفتند
همان کاهیدن و خواری نمودن | همان زاری و بیزاری نمودن
ازان سربسته غم تعبیه کردند | بصد سنگین دلی تفسیر کردند
دلِ(۶) مجنون دران مجمع خبر(۷) داشت | دران صد پرده خود آهنگ بر داشت

---

(۱) کاهش (۲) پیمائش (۳) فیضانِ (۴) کردند (۵) سرشکِ خون خونخوارلیش گردند (۶) دلی (۷) گذر

دگر نه رازِ غم خرّم ندارد[1] — حدیثِ عشق هر بی‌غم ندارد[2]
سخن القصه در گرمی در آمد[3] — عزیزانِ صنم را در خور آمد[4]
بمیدانِ مروّت رخش راندند — به تسلیم و رضا گوهر فشاندند
که ما را نیست تقصیری درین باب — ولیکن تاب[5] می باید کجا تاب[6]
کنم اینک رخِ لیلی مهیّا — ولی هوشی ز مجنون با یار اینجا
خود آن بیچاره سیرابِ خویش است — خود افیونِ[7] خود و هم خوابِ خویش است

حکایت

برآمد پشّه از بادی چو دل تنگ — بدامانِ سلیمانی بزد چنگ
سلیمان باد را احضار فرمود — حضورِ باد بود و پشّه[8] بر بود
دران پشّه اگرچه ظلم ره داشت — ولی نه از غیرانِ بختِ سیه داشت
دو فوجی بیوقوفی ناخردمند — فرو گفتند ازین سان قصّهٔ چند
بهم در ساختند از فکرتِ خام — نفهمیدند عشقِ بی‌سرانجام
ندانستند مجنون را که مست است — ز سرمستی هلاکِ آن شکست است
دلِ دیوانه اش در قیدِ عشق است — ز سرتاپا وجودش صیدِ عشق است
عروسِ عشق هستی بر نتابد — محبّت خود پرستی بر نتابد

(۱) نداند (۲) نداند (۳) در آید (۴) در آید (۵) یاب (۶) یاب (۷) افسون (۸) پر

رجوع به مخاطبهٔ زمین حضرت سیّد المرسلین صلعم

من از خود سیرم ای مقصودِ جانم | برون آ کاین غبار از خود فشانم
برم سرمایه از خلقِ عظیمت | بگیرم قوتِ جاوید از نسیمت
شکست افتد درین مشتِ مخیَّل | حواسِ سرکشم گردد معطَّل!
ازین چهره که بر سر دیده بان است | چه ظلمتها که بر جانم روان است
بهر جا عشوه انگیزی گذر کرد | دران خرجهره آشوبی اثر کرد
بهمدستیّ دیوی ناخوش آهنگ | زمامِ[1] فکرتم آرد فرا چنگ
بتوحیدم بر[2] انداز دکه برخیز | درین صورت بمقصودے در آویز
بهر جا جلوه گر اصلِ وجود است | نمودِ چند پندارم نبود است
بهر سو پیکر[3] اصل است پیدا | چه لیلیٰ و چه شیرین و چه عذرا
همان نور است بی تاویل و تمیز | سخن گوئی و زبان بند و دل آویز
معاذ الله چنینم گر گذارند | در عیمم بروپوشیده دارند
فسونِ اهرمن از جان پذیرم | مقام وهم خود را عین گیرم

---

(۱) زمانی فکرتم یا زمام فکرتم (۲) در (۳) جلوه

بکف بگرفته شمع[1] از راه افتم | بنادانی و کوری در چه افتم

نیارد نزد بینا جز حقارت | نظر ناکرده دعوی بصارت

برسم علم توحید ار خبیرم | دران کشور بسی روشن ضمیرم

ولی رسمش به ترپاکی ندارد[2] | باندک نشهٔ پاکی ندارد[3]

گرفتم عین توحید است عالم[4] | ازان جوش است چندین قیل و قالم

چو نور ذات بر دل حمله آرد | کجا تفصیل اسما را گذارد

دران موطن که ذات[5] آرام گیرد | دل از علم صفاتش کام گیرد

ولی علمی است در وی مندرج حال | سر آمانی و بنیاد اعمال

چنین دل گر به وهم آمد عجب نیست | گمانی بعد از وی بی سبب نیست

ازین معنی بهر صورت زند دست | که باشد گردم از جام[6] صفت مست

کند یاد از درون پرده فریاد | که وقت عاشق شوریده خوش باد

هنوزم رخصت دیوانگی نیست | طریق شرع جز فرزانگی نیست

نمی دانیم چیزی[7] اندرین ره | برون از شرع نیکی حاشا الله

نامشروع گر اندک جمال است | درو مضمر بسی قهر و جلال است

چو قهر حق ببینی گوشه گیر! | ادب اینست باقی مکر و تزویر

ترا در قید صورت کار خام است | بمطلق رو مقید ناتمام است

---

(۱) شمعی از ره افتم (۲) نشاید (۳) نشاید (۴) عالم (۵) جان (۶) خم دست (۷) نمی دانم خبری الخ

چو در بحرِ وجود از خود بر آئی — بجولانگاهِ دانش(۱) راسخ آئی!

جو فردا باطن(۲) از ظاهر بر آید — درِ مقصود ات از هر در کشاید

بر آید آفتاب از چپ و راست — همه دیدار گردی بی کم و کاست

تو اکنون خاطر از هستی به پرداز — ازین آئینه زنگِ(۳) خود بر انداز

عدم شو کاندران مرآتِ نور است — جمالِ دوست را آنجا ظهور است

امانت دار جانان جز عدم نیست — عدم در عهدهٔ لوح و قلم نیست

همیشه خلوت از کونین دارد — از آن سرمایهٔ نورِ عین دارد

خطاب به دل از حسرت و بازماندگی از مطلوب

دلا تا چند ازین(۴) افسانه گفتن! — زخود گنجِ دو عالم را نهفتن!

چو بلبل در قفس رقاص بودن — هوا خواهِ هوس را خاص بودن

دمی نقاشِ لوحِ باد گشتن — زمانی از هوای(۵) شاد گشتن

گهی در خود فروشی ره سپردن — برسوائی متاعی پیش کردن(۶)

گهی چنگِ حقیقت ساز کردن — ز وحدت قصهٔ آغاز کردن

خود اندر کثرت از بس سست رائی — (۷)چو کثرت هرزه گردِ روستائی

---

(۱) ز دانش (۲) ظاهر از باطن الخ (۳) زنگ (۴) این (۵) در هوا دلشاد گشتن (۶) بردن (۷) به

یکی زین بادپیمائی فرود آئی — زبان در بند و راهِ سینه بگشائی!
فرو رو گر ترا رفتن مراد است — میا بیرون که بازارت کساد است
جهان فانی است بر فانی منه دل — ازین مُشتِ تذبذب بند بگسل
چو بگسستی ز خود بندِ جهان را — گرفتی پردهٔ نورِ لامکان را
شدی در پردهٔ تصدیق و تسلیم — برون از فکر و استدلال و تعلیم
سَبَق از عَلَّمَ الرحمٰن گرفتی — ز دستِ موهبت ایمان گرفتی
چو در بحرِ یقین خود را سپُردی — ز هر صنعی بصانع راه بُردی
دلت زان بی نشان آگاه گردد — محبّت مقتدائی راه گردد
ز راهی گر نظر افتد گزندت[۱] — شود دورِ تسلسل پای بندت
گهی اندر نحوست[۲] داغ بر دل — شوی گه از طبائع پای در گِل
گهی فکرت بتعطیل افگند گوی — چو جسمانیه در وهم آوری روی

حکایت

زهی نورِ یقین دانائی کارش — همان بر ساده لوحیها مدارش
دل اندر مخبرِ صادق نهادن — بران صدقِ مجرّد ایستادن

---

(۱) ز راهی گر منظر الخ (۲) نحوست

ز تاثیر محبت مست گشتن | ز طور عقل خود بین در گذشتن

ازین صدق و محبت نیز رستن | بسان قطره در دریا شکستن

دگر ره سر بر آوردن ز دریا | حباب آسا ولیکن پای بر جا

باحکام شریعت سر نهادن | زمین استقامت بوسه دادن

بکلی از مراد خود بریدن | نقاب نیستی بر رو کشیدن

بطور عقل و ایمان راه بردن | با ایمان کار ایمانی سپردن

عجوز آسا ز هر چون و چرا دور | بکل[1] مقبول و بی تاویل منظور

جمال قهر در وسواس دیدن | بجد و[2] اهتمام از وی بریدن

عدم خواهان ز هستی سر ربودن | ز ننگ خود[3] سراپا بر ز بودن

رهی بی راه رو اینجا نه پیدا[4] است | قلندر گشتن و تفرید اینجاست

بیا دل رخت زین تنگنا بردار | رهی کت شرح آن دادم بدست آر

زمانی در تحیر لال بنشین! | برون از فکر و استدلال بنشین

که از قلب سلیم آمد سعادت | سعادت نیست جز نفی ارادت

ز نفی اثبات الا الله یابی | با ایمان مجرد راه یابی!!

دم آخر ز تجدید گذر نیست | ز استدلال و فکر آنجا اثر نیست

---

(۱) شدن ز ایمان بی تاویل (مورد) (۲) بجد اهتمام (غ) (۳): ز ننگ خود سراسر در ربودن (۴) ناپیداست

بود تجدید ایمان انجذابی — که (۱) از من رمزکت گر دو جوابی!
چو هردم می تواند بود رت آخر — درین تجدید دایم باش حاضر
بشو مستغرق اندر نفی واثبات — مکن تاخیری فی التاخیر آفات

داستان

شبی خوشدل تر از روز جوانی — سرم درخواب و دل در کامرانی
در آمد پیکِ امیدم دلاور — نسیمی یافتم مقصود پرور
نظر چون از تحیر باز پرداخت — بسیمائی سعادت (۲) دید بشناخت
گرامی خواجۀ احرار را دید — چه خواجه مخزنِ اسرار را دید
لب اندر معرفت گوهرفشان داشت — سخن از بی نشانیها نشان داشت
بگفت آن شاهدِ خلوت گهِ راز — که دلها در رهش آمد سرانداز
گهی از حسنِ صورت سر برآرد — بجانِ عشقبازان حمله آرد
گهه از صورت ملیح آمد نمودار — معنی گرددازوی گرم بازار
ولی آنرا که در جانش اثر کرد — برون از جان و تن در خود سفر کرد
دثار (۳) جان شعار تن براند اخت — پی مقصودِ خود از خود بپرداخت
تحقیق آنکه انسان است انیست — زچشمِ غیر پنهانست انیست
پیمبر چون ز سترش پرده برداشت — ظلومی لازم آن نامور داشت (۴)

---

(۱) که از تو نکتب (؟) خو (۲) دیده بشناخت (۳) شعار جان دثار تن بینداخت (۴) ساخت

چو در انوارِ کل شد محو ناچیز | بهم بر زد دو کانِ وهم و تمییز

ز خود بگذشت و گوئی مردمی برد | امانت با امانت خواه بسپرد

کدامین ظلم ازین بسیار باشد | که بنده بے(۱) صفت بیکار باشد

تکبّر نیز وصفِ ناگزیر است | مقیّد خود بناچیزی اسیر است

نهایت رفت و آمد بی نهایت | چه کبر است این مبرّا از خیانت

دران شب کز نسیمِ بختِ بیدار | ز بوئ معرفت گشتم خبردار

پیٔ صورت پرستی خاص بودم | باندک رنگ و بو رقّاص بودم

بر آمد سالها کین خواب دیدم | بار شادی که می باید رسیدم

دلی زان باده خالی نیست جامم | هنوز آن جلوه را از جان غلامم

هنوزم اندران بازار راه است | هنوزم دل گرفتارِ نگاه است

کنون دستِ من و دامانِ خواجه | مگر ره یابم از احسانِ خواجه

چو در اوّل هدایت از تو دیدم | نهایت در بدایت از تو دیدم

گیاهم پرورش دید از نسیمت | قوی دل بودم از خلق کریمت

امیدم بود کاین خاشاکِ نابود | دران دریای آتش بر کشد دود

دران نابود یابد استقامت | وجودِ خواجه ماند تا قیامت

---

(۱) عاجز و بیکار باشد

شود یکباره از پندارِ خود پاک — برون ماند همین نامی ز خاشاک

چه دانستم که استغنا دلیر است — عنایت اینقدر ها زود میر است

مرا یکباره اندر راه راندی — باین خواری کرمی بینی نشاندی

گر افتادم ز راهِ استقامت — تو خوش بنشین در ایوانِ کرامت

من انیک در ظلمنا سر نهادم — باستغفار و یارب الیتا دم

چه باشد گر ز(۱) تو اخلاقِ الهی — پسند آری با مدک عذر خواهی

در اوّل هم قبولت بی سبب بود — کنم سامانِ امید و طلب بود

مرا بیخود(۲) بسوی خود کشیدی — بنورِ غیب دیدی آنچه دیدی

ز فیضِ آن کشش وز لطفِ آن دید — نشاندی در دلم نخلی ز تجرید

جز آن معنی که صاحب سر آنی — فرو ناید سرم در هر دکانی

مرا خود نیست چندان سرفرازی — کزان معنی بیابم دلنوازی

یکی از اوجِ عزت خود فرود آ — گره ها بسته دارم جمله بگشا

بخاکِ پایت ای فرخنده دیدار — بسی محتاج و بسیارم طلبگار

فرو افتادنم از بس غریبی است — شکستم از خمارِ بی نصیبی است

نمی دانم کدامین سو برآیم — کجا این بارِ محنت را کشایم

ازین عنقای پنهان از که پرسم — سلیمانِ زبان دان از که پرسم

---

(۱) گر نوز اخلاقِ الهی (۲) از خود

حکایت

زلیخا را چو در خوابِ سیه روز | جمالِ یوسفی آمد جگر سوز

نمی دانست کان مه را چه نام است | مقامِ خاطر افروزش کدام است

دلی در بندِ غم کاهیده می داشت | دماغی در هوا شوریده می داشت

همین درد و همین سوز و همین ریش | نه از معشوقش آگاهی نه از خویش

خبر نایافته جان در تقاضا | بُرون از شش جهت دل در تماشا

از آن حیرت لبی افسرده می بود | فرو افتاده چون مُرده می بود!

چو در مصرش نشان دادند برجست | دل از حیرانی و جان از جنون رست

درین سودا که افتادم بدامش | نه یوسف می شناسم نی مقامش

نه آن خواهم[۱] که یوسف را نشاید | نه آن گوشم که پیغامش کر آید

زلیخا وار سوزم در تاسف | مگر در خواب بینم روی یوسف

ولیکن یوسفِ من بس غیور است | قبولِ چون منی بسیار دور است

بریزم نقدِ[۲] بینائی درین خاک | شوم در تربتِ شکستن چست و چالاک

---

(۱) خواهم (۲) رخت

ز رعنائی و خود مستی[1] بر آیم | تہر خواری کہ باشد در خور آیم
گدائی رہ نشین گردم درین راہ | کہ یابم یوسفی را گاہ بی گاہ[2]

مناجات

خداوندا مرا از من برون بر | دران فقرم کہ می دانی فزون بر
نمود من کہ روپوش وجود است | زبان بند و صد گفت و شنود است
چو از نور ہدایت بال و پر یافت | نخست از اسم المومن اثر یافت
فرود آمد بتحقیق سیادت[3] | بخلوت گاہ ایمان و ارادت
ازین ہمان غیبی نور ایمان | درخشان شد چو بلقیس از سلیمان
شہود از اوج عزت پست تر شد | بسلطان ارادت تاج سر شد
شکستی یافت[4] با چندین مراتب | طلسم ممکن از انوار واجب
چو پی در پی شد آن نور شہادت | بیک بار از خود افتاد این عمارت
رمیدند این دو سہ مرغ خوش آواز | بقصد لامکان کردند پرواز
کنون در خود کہ می بینم وحیدم | نہ مومن نی مریدم نی شہیدم
چو کار اینجا رسید ای اصل ہر کار | بکن نوعیکہ دانی جلوہ در کار

---

(۱) خود بینی (۲) کہ یابم یوسف خود را بناگاہ (۳) سعادت (۴) باختہ در

کنون دارم بجای آن عبارت[1] | پریشان بُرقعی با صد خسارت
ازین برقعه که مرکش یاد درکار | بدستِ نفس و شیطانم گرفتار
عروسان گاه گاهی برقع انداز | برون آیند در جولانگهِ ناز
برافگن برقعه و در جلوه آئی | عروسانِ جهان را پرده بگشائی
در خواهش ز بی باکی کشودم | درین معنی دلیری ها نمودم!
نقابی بر رخ این ماجرا کش | خطی بر روی این چون وچرا کش
نهادم دل بهر نوعی که باشم | بتسلیم آدم والله اعلم

بیانِ نسبتِ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ العزیز

دلی کز چشمِ هر بیننده مستور | بنقید از خود و بایستِ خود دور
برون از خود مقامی[2] برگزیند | ز لبس آثارِ جذبِ دوست بیند
کند در سینه[3] گوهر نشانی | ز اخلاقِ نبوّت ترجمانی
دلش آئینهٔ نورِ رسالت | شود فرزانه دستورِ رسالت
چو زین زیرِ فنا بیرون کشد رخت | زند در کشورِ وارستگان تخت

(۱) عمارت (۲) نقابی (۳) : در مسند

شود سلطانِ جان در پردهٔ او — هدایت بخشِ رو آوردهٔ او
چو صادق رُوا زین ویرا نه برتافت — دلِ طیفور زین می چاشنی یافت
چو طیفور اندران منزل پرافشاند — دو اسپه خرقانی از پیش راند
همان در نقشبندی بی کم و کاست — نسیمِ تربت از رفتگان خواست
بظاهر پیرِ ش امیر کلال است — بپیر غجد وانش اتصال است
علی الاطلاق رشد از پیشگاه است — علی الحق مُرشدِ مطلق الله است
نمو داری است نقشِ آدمی زاد — خدا آباد میدان آدم آباد
ولیکن سنت الله گشت جاری — که مخلوقی کند این پرده داری

حکایت

زلیخا چون لوای یوسف افراشت
نخست از بیقراری پرده برداشت

زخواب و خورد فارغ شد چو دلش — تمنای جز این در سر نبودش
که از کس بشنود نامی و جای — زند در جستجویش دست و پای
چو نخل بیقراری بارور شد — تضرعهای پنهان کارگر شد
زنام و منزلش آگاه کردند (۱) — مُریدِ سیر (۲) و مرد راه کردند (۳)

---

(۱) گردید (۲) پیر (۳) گردید۔

بد[۱] در کارش از هستی بر آمد　　مرادش را بصد جان یاور[۲] آمد

بمصر آمد دلش[۳] از شوق پُر جوش　　هوای وصل هم خواب و هم آغوش

نظر چون در عزیزش رهنمون شد　　بلا از یک طرف چندان برون[۴] شد

فریبِ روزگارش تنگدل ساخت　　سلوکش از محبت منفعل ساخت

فرو[۵] بارید بی پایان تگرگے　　ز باغِ آرزو نگذاشت برگے

ز کوهِ رنج سیلے قد بر افراخت　　نشانِ عشرت از عالم بر انداخت

بر آمد تیغ بر کف برقِ بیداد　　بخرمن گاه شادی دست بگشاد

زلیخا را در آن صحرای خونریز　　خسی افتاد در چشمِ آفت[۶] انگیز

جهان تاریک شد چون تارِ گیسو[۷]　　بتاریکی در آمد چشمِ جادو[۸]

چو ظلمت بست چشم از این و آنش　　نظر افتاده بر خود ناگهانش

ز تاثیرِ نگاهِ جادوانه　　دلش شد تیرِ محنت[۹] را نشانه

دلش کز تیرِ مژگان[۱۰] پر بر آورد　　پیِ نظارهٔ چشمِ دیگر آورد

بپرواز آمد آن مرغِ هوس گشت　　ز اقلیمِ شهادت چست بگذشت

بغیب افتاد با یوسف دو چارش　　سروش غیب کرد امیدوارش

---

(۱) بدو بر کارش یا پدر زر کارش (۲) یاور (۳) دلی از شوق الخ (۴) فزون شد (۵) همی بارید الخ (۶) آتش انگیز (۷) گیسوش (۸) جادوش (۹) الفت (۱۰) ترکاں۔

در آن امید روزی چند می بود | بآن(۱) بو گهی گه خورسند می بود

سوی غایبش دری بگشاده بودند | در آن در دیدهٔ بنهاده بودند

خبر می داد چشم غیب بینش | فزون می کرد هر ساعت یقینش

چو از نور یقین بیهوش می گشت | به یوسف دست در آغوش می گشت

عروس غیب می گفتش که ای مست | چه حاصل شد ازین سیر تهی دست

همان در گام اول با تو بودم | بتو هر لحظه خود را می نمودم

تو با غم می نشستی نا فلانه ! | تهی از دانش و از من کرانه

چو باز از خود خبر می یافت می سوخت | بر آن در دیدهٔ اُمید می دوخت

هوس می داشت کین چشم وفاکیش | برون از پرده بیند دلبر خویش

بلی هر ذره مشتاق جمال است | بهر سر آرزوی اتصال است

بناگه جذب عشقش کارگر شد | ز کنعان ماه کنعانی بدر شد

چو ملک مصر ازو شد گرم بازار | زلیخا شد(۲) ازین معنی خبردار

بصد جان در خریداری در آمد | بلا را در طلبگاری در آمد

شد از سر تازه آشوب جنونش | بمقصود دگر شد رهنمونش

حجاب چند پیش مقصدش بود | نظر با لجه در نیک و بدش بود

---

(۱) بآن بو کوی یکوی الخ (۲) گشت

چو گشت آموزگارش مرشدِ کل | بدست آورد تحقیقِ توکل!
روائی یافت جنسِ ناروائی | تمنا گیر شد دستِ گدائی
سبب می دید چشم خام کارش | نیازِ (۱) عشوه می برد اختیارش
خرامان گردی و آئینه بینی! | خود آرائی در رسمِ نازنینی
خلل می داد آئینِ طلب را | زبان می کرد عشقِ بوالعجب را
جوانی و جمال و بینش انداخت | سروپائی تجمل (۲) جمله انداخت
بتی زانجمله سنگِ راهِ او بود | حجابِ جانِ یوسف خواهِ او بود
نمودندش که سنگِ راهت اینست | نظر بندِ دلِ آگاهت اینست
تو بندِ سیر و یوسف بندِ سیار | ازین ناجنسیت سر داست بازار
غرض تعلیمِ غیبی (۳) کرد تائید | بپایه پایه تا ایوانِ توحید

التجاو نیاز مندی بحضرت خواجہ بہاءُالدین محمد نقشبند و خواجہ عبیداللہ احرار

هنوز ایوانِ استغنا بلند است
مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

نگهِ خواجه اندازی کمندی | شوی صیادِ چون من ناپسندی

---

(۱) بنازِ عشق می برد النخ (۲) تجلی (۳) غیبش

بسی امیدِ بی بنیاد دارم — که نه مَردم نه استعداد دارم
شکارِ لاغرم بی اعتبارم — متاعی کِت قبول افتد ندارم
کشاد(۱) یهای بازارم یقین است — اگر کار لیست للّٰه فی اللّٰه این است
زمانی حسبةً للّٰه برخیز — باین در خاک و خون افتاده مستیز
قبولم کن که اقبالت تمام است — در آن اقبال کارم را نظام است
قبولِ تو قبولِ نقشبند است — که در وحدت نه چونی و نه چند است
دو چشم و نورِ بینائی یگانه — نمی بینم تفاوت در میانه
وگر باشد تفاوت بس شبیه است — که دانم الوَلد سِرّ ابیه است
بدور روشن چراغ(۲) سینه تست — تو چشمی و جهان آئینهٔ تست
در آن پُر شور چشم جادوانه — عروسی نقشبندی کرد خانه
همان یک خواجه در گفتن تمام است — عبید اللّٰه بهاءُ الدین چه نام است
بهاء الدین زبی نقشی بلند است — عبید اللّٰه چو گویم نقشبند است
زبانم پُر شکر زین نام ها دا — دلم زین فکر شکّر کام بادا
مرا در بندگی چون پای بند است — بغیر از خواجه گفتن ناپسند است
ببین در بندگی ای خواجه یک ره — که(۳) انّ الفقر می دانم هو اللّٰه
درین دو خواجه دلبندم یکی شد — بخارا و سمرقندم یکی شد

---

(۱) کشاد یهای (۲) چراغ از سینه (۳) که الفقر اذا تم هو اللّٰه

سمرقندم بهاء الدین نشین است | بخارا اگر نه رفتم عذر این است
تو می دانی که عذر بهترم نیست | درین ره عذرخواهی دیگرم نیست[1]
معاذ الله که استغنا بگیرم | چه خاکم کاین چنین سودا بگیرم
ولیکن ذرّه[2] در ظلمت آباد | چه[3] میداند که خورشیدش کند یاد
سخن کوته کرم خود عذرخواه است | همان عذر تو بهتر از گناه است
وگر بختم درین ره یار گردد | شفیعم خواجهٔ احرار گردد
زبان در گوهر افشانی درآرد | مرا زین دردبی درمان برآرد
برون از خجلت آنجا راه یابم | ز اقبالش دلِ آگاه یابم!
ابو الوقتِ دو عالم قطبِ ارشاد | بهاء الدین که دین شد از وی آباد
ز مستی[4] در جنید افگند آشوب | بجذبه بایزیدش آستان روب
پیِ تسکینِ مشتاقانِ دیدار | جمالِ مصطفیٰ را آئینه دار
در آن آئینه می یابم محقق | سوادِ مَن رَآنِی قَد رأیَ الحق
فنا فی الله خواجه بس بلند است | مکن تاویل خواجه نقشبند است
خلیفه بود حق را در زمانه | نمودش برزخی دان درمیانه

---

(۱) برترم نیست (۲) درمیانِ ظلمت آباد (۳) که (۴) ز مستی

حکایت (۱)

چنین گویند دانایانِ اسرار ز اصل و فرعِ هر معنی خبردار
که معشوقِ ازل در هر شعوری ز غمّازان نهان دارد ظهوری
سر هر ذره بینائی جمال است دلِ هر قطره دریائی کمال است
شهود دوست پنهان هر دلی را (۲) هوای وصل هر بی حاصلی را
مدارِ بودش از نورِ شهود است (۳) شهودش مایۀ چندین نمود است
ولی افگنده بر جانش حجابی گرفتاری بهر خاکی و آبی!
شده بنیادِ این دیوانه گشتن پی هر رنگ و بو طفلانه گشتن
نهاده اصل آن (۴) بازار نزویر نقوشِ علمی از هر سو نظر گیر
سراسر زنگِ این مرآتِ علم است سراپا کشورِ آفات علم است
ز آسیبِ خیال و فکر و وسواس رود بر بادِ حسرت گنجِ انفاس
چو گردد (۵) خستۀ مقبولِ درگاه شود در خوردِ رازِ لی مع الله
کشش (۶) دستِ عطا دل برگشاید کزین ویرانه اش خواهد رباید
ریاحینِ هوس پژمرده گردید (۷) طلبگاران چنین افسرده گردید (۸)

---

(۱) در تحقیق و بیانِ مراتبِ سلوک (۲) همان مانوس از نورِ شهود است (۳) پایه (۴) این (۵) بسته (۶) کشش (۷) گردند (۸) گردند

بجولانگاهِ این دل مردهٔ چند — همین خود مانده و افسردهٔ چند
درین تجرید یکشاید جنبش — برافروزد رخِ علم الیقینش
قوی تر گردد آن حزنی که بود دش — فراموشی در[1] افتد در وجودش
درین غیبت که بوئی غیب یابد — نسیم شاهدِ لاریب یابد
ارادت سر زندبی خواست ازوی — برد ذوقِ نشست و خاست ازوی
بیازوئی ارادت بر درِ جیب — که تنگ آرد به بر معشوقهٔ غیب
در[2]ان مستی لغیب افتد گزارش — شهود دوست گیرد در کنارش
چو در نورِ شهود از خود برآید — سعادت را دری دیگر کشاید
بگردد حاملِ بارِ امانت — بیارد آن امانت بی خیانت
دران مشهد بفقر آرام یابد — زجلّابِ قناعت کام یابد
دران دیدِ جمالِ بی نهایت — بگیرد شورشِ بی حد و غایت
به تسکینش ندارد هیچ کاری — دران آرام ننشیند غباری
یقین[3] آن دید و آن شورش ازان سوست — درین مسکن[4] نمودی از تکاپوست

بیانِ عقایدِ دین و شرائطِ سلوکِ راهِ یقین

هلا خواهندهٔ جذبِ الهی — تمنا دارِ فضلِ پادشاهی
نخستین شرطِ این سودا یقین است — دوم سرمایهٔ این سود دین است

---

(۱) برد (۲) درین (۳) یقینِ دان دیدنِ شورش ازان سوست (۴) تسکین

سوم پاکیزہ تخمِ این زراعت — رفیقِ سنّت و راہِ جماعت
عزیمت رونقِ کردار گردان[1] — برون زاسیب خصت کار گرداں[2]
چہارم خدمتِ سلطانِ دینی — قبول خاطرِ مسند نشینی
بہ تقلیدِ سلف تحقیق دیدن — قدم از جادۂ بدعت کشیدن
زبستانش گُلِ مقصود چیدن — بزیرِ سایہ اش از خود رمیدن
نہادن بر خود و بایست خود بار — مرادش راشدن از جاں پرستار
شود زین چار عنصر جانِ طالب — بہ نفخِ روحِ ربّانی مناسب
ولیکن شرطِ چارم لازمی نیست — بہ فقدش سدِّ بابِ محرمی نیست
بسا مرغان کہ علوی آشیانند — اویسی مشرب و غیبی[3] زبانند
زحُسنِ طالع و از لطفِ باطن — گرفتہ گوہر از اصلِ معادن
رہِ سُنّت بجا لاکی شتابند — نصیب از خواجۂ کونین یابند

---

(۱) کردن (۲) کردن (۳) علیسی

در بیانِ استفادہ و تربیت معنوی از روحِ پُر فتوح نبوی صلعم

شنیدستم کہ مشتاقانِ درگاہ | طلبگارانِ سرِّ لی مع اللہ
خصوصاً کاشفِ رازِ نہانی | ابو القاسم چراغِ گرگانی
بخلوت در بدایت کارش این بود | انیسِ خاطرِ افکارش این بود
کہ بودش وردِ جان نام اویسش | کہ باشد شُربِ از جامِ اویسش
اویس آسا از آن بحرِ عنایت | مگر بی واسطہ یابد ہدایت
کیم من کین ہوس گیرد دماغم | بیابد نورِ این سودا چراغم
دل از ذکرِ اویسم شاد گردد | دماغم زین ہوس آباد گردد
دریں رہ[1] قدر خود چندان ندانم | کہ در دل نخلِ این سودا نشانم
زبانم زین تلفظ گرچہ بند است | نمی خواست صیدِ این کمند است
دل اندر شرم و جان سرگرم این است | کہ جانانِ رحمۃ للعالمین است
قبولش گر بیابد در افادت | ہم استعداد بخشد ہم سعادت
دریں سودا وری دیگر کشایم | روم از جانبِ دیگر درآیم
شفیع آرم روانِ دوستانش | مدد خواہم ز روحِ پُر روانش

---

(۱) دریں رہ قید رہ چندان ندانم (۲) پیروانش

به بوبکر و عمر عثمان و حیدر — به اهلِ بیت و اصحابِ پیمبر
بصدق و سوزِ پورِ بوقحافه — بعلم و دانشِ ختم الخلافه
بشامِ هجرت و تاریکیٔ غار — به آن خوش عنکبوتی عنبرین تار
به جوری کز قریش و اقربا دید — به آشوبی که دشتِ کربلا دید
به دار و گیرِ بدر و حربِ خندق — به روزِ فتح و نورِ حصحص الحق
به آن شب کز سرائی اُمّ هانی — رسیده در مقامِ لامکانی
ببیرون[1] رفتن آزاد ازین ده — سُبحَانَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہ
بدیدے آنکہ می بایست دیدن — به بیخود گفتن و بےخود شنیدن
بفقری کز خودش درویش میداشت — سرِ اَلفَقرُ فَخرِی پیش میداشت
بآن دم کاو در روزِ شفاعت — کند تدبیرِ مشتِ بی بضاعت
کہ این غافل کشاید چشم زین خواب — دران حجرِ عنایت پرورش یاب
نهد در قرنِ اوّل آشیانہ — اویسِ ثانیش خواند زمانہ
ز آسیبِ زمانہ فارغ البال — ببینم ماضی و مستقبل و حال
من ارچہ دورم از بخت سیہ دل — تو حالِ سرمدی داری چہ مشکل

---

(۱) بہ بیرون رفتن از آوازاین دہ

پناهی[1] نیست دریای قدم را | یدِ طولی است بازوی کرمِ[2] را
مرا اگرچه سراسر کار خام است | تمامم دان که این سودا تمام است

مناجات

خدایا این غریب بی نوا را | بخود درماندهٔ ناآشنا را
هدایت کن رهی کآید بسو بیت | بیک روی رود در جستجو بیت
دمی از نیک و بد آسوده بنیند | زمانی از هوس فارغ نشیند
اگر در نعمتی بینی سکونم | مکن یک لحظه زاں نعمت برونم
بلا گر ساز گار آید دریں کار | نهادم دل بلا کو پرده بردار
وگر زین هر دو بیرون شد حسابم | بحمد الله که بس عالی جنابم
بده چشمی که در راهِ حقیقت | روم همدستِ ستارِ طریقت
نخست از معصیت آسوده دارم | ز نورِ توبه رونق ده بکارم
چو دل در رغبتِ دنیا زند رای | به آسانی ز کارم عقده بکشای
مرا مگذار[3] کایم آرزو خواه | بکن از زشتیِ این کارم آگاه

---

(۱) کناری (۲) عدم را (۳) بگذار

سبب بین چشم از بینش تهی دار — سرم روشن ز نورِ آگهی دار
بر آن دارم که آزادی گزینم — به مالا بُدّ خود قانع نشینم
بیادت تازگی بخشم روان را — دهم بر بادِ نسیان این و آن را
شوم از اختلاطِ خلق دل تنگ — روم در دامنِ عزلت زنم چنگ
چو در نفیٔ وجود افتد گذارم — شود موجود بی من آشکارم
دلی فارغ ز احوال و مقامات — بدرگاهت برم روئے مناجات
پئے وجهت وجهی لب کشایم — ز بایستِ خود و از خود بر آیم
وگر نفسم مرادی را کند یاد — بر آرم در جهادش تیغِ بیداد
دمی بیرون ز حول و قوتِ خویش — شوم در انتظارِ دولتِ خویش
سرم مستغرقِ بحرِ هوایت — دلم مشتاقِ انوارِ لقایت
بتقدیرِ الٰهی شاد باشم — وزین خر بندگی آزاد باشم
سرِ تسلیم بنهم (۱) نیک و بد را — براندازم ز خود بنیادِ خود را
چو بیرون شد ازین ششدر وجودم — همان انگار من هرگز نبودم
بمرگِ اختیاری راه بردم — ز مُردن پیشتر خود را سپردم
دمی در (۲) یاد گر دارم زبان را — رسانم الله الله گوشِ جان را

---

(۱) بینم (۲) یاد کرد آرم زبان را

به سرگرمیٔ آن شیرین ترانه | دُرایم(۱) در سماعِ عاشقانه
دماغم بر درد جیبِ تخیّل(۲) | فتد در کشورِ دانش تزلزل
شوم واقف ز اطوارِ نگهداشت | برآرم دست در کارِ نگهداشت
به نفیٔ غیر و تشدیدِ خواطر | براندازم نمودارِ مظاهر(۳)
زمانی از حضورِ غیر آزاد | نگه دارنده خود را کنم یاد
پس آنگه در پیٔ تحقیقِ اخلاص | به بحرِ نامرادی گشته غوّاص
دلم گوید که سودائی ندارم | بجز عشقش تمنائی ندارم
برون(۴) از خواست رفتار است ما را | بسودایش سرو کار(۵) است ما را
مگر زین کار بر خیزد غبارم | به تحقیق افتد از تقلید کارم
هجومِ بازگشت از من برد زنگ | عروسِ حیرتم در بر کشد تنگ
درین حیرت که فقرش توامان است | ز گنجِ بی‌نشانی صد نشان است
نمودهٔ آبِ حیوان در سیاهی | دلِ(۶) اشکسته را نورِ الٰهی
سَوادُ الوَجه فقرم ناگزیر است | شکستِ دل درستیٔ فقیر است
مرا زین فقر بیرون کار خام است | درین فقر ار شوم راسخ تمام است
همین فقر است نقدِ جانِ آگاه | جز این پنداشت میدان اندرین راه

---

(۱) بیایم (۲) تحمل (۳) نمودات از مظاهر (۴) برون از خواب رفتار نیست ما را
(۵) سرو کار نیست ما را (۶) دلِ بشکسته زانوارِ الٰهی۔

اگر دریاد کردو باز گشتی | بیادش داشتی ہمراز گشتی
زچندیں نفی واثبات ونگہداشت | غرض فکر(۱) است باقی جملہ پنداشت
ہمان در انجمن خلوت گزیدن | ز آسیب نشان مندی رمیدن
ہمان اندر وطن در سیر بودن | ہمان در کارِ نفیٔ غیر بودن
ہمان بر ہوش در دم ایستادن | نفس را در دم آگاہی نہادن
ہمان کردن نفس(۲) را بر قدم بند | پشیمان بودن از چشم پراگند
پیٔ فقر است وتحصیلِ مناجات | مناجاتی ورائی نفی واثبات
مناجاتی بروں از وہم اغیار | ندیدہ محرم ونی دل خبردار
شہودِ بی جہت قائم بہ شہود | جہت را با مشاہد کردہ نابود
دران خلوت کہ جسم وجان نگنجد | بجز نظارۂ جانان نگنجد
بجز نظارہ چیزی درمیان نہ | خود از نظارگی نام ونشان نہ
نظر ہم نیست اینجا جز تحیر | فَاِنَّ الذَّاتَ مَمْنُوعُ التَّفَکُّر
درین بستان بود نخلِ برومند | دلِ آگاہ وجانِ آرزومند
ولیکن بر بجز خونِ جگر نیست | گلی جز خار حسرت در نظر نیست
دو معنی حاصل است آزادگان را | بدامِ عاشقی افتادگان را

---

(۱) فقر (۲) نظر را۔

یکی دردِ طلب دیگر فسردن (۱) | به استغنائی مطلب راه بردن
چه گفتم حاصلی غیراز عدم نیست | کسی را شرکت اندیش و کم نیست
اگر درویش درویش است او نیست | سخن کوته که جائی گفتگو نیست
طلب بیچون و مطلب بیچگونه (۲) | نه این (۳) را مثل و نه این را نمونه
محبّت خانهٔ فارغ ز غوغا | ز کثرت دور و از نسبت مبّرا

بیانِ نسبت و تحریص بر طلبِ تنزیہ مطلوبِ حقیقی

بیان قاصر ز محبوبِ حقیقی | طلب تنزیہ مطلوبِ حقیقی
بیانم را چه توفیقش رفیق است | بیارم آنچه لابُد طریق است
گزشتن از خود اوّل شرطِ کار است | فراغت چون بسی بی اغنیار است
همه لذّاتِ روحانی حرام است | حظوظِ نفسِ ظلمانی کدام است
حجاب تست در راهِ خرابات | چه ذوقِ علم و چه حظِّ مقامات
دل اندر جستنِ احوال پست است | دلِ خود بین که خود چون بت پرست است
بر آن شو که ز هوس آزاده باشی | مرادِ دوست را آماده باشی!
چو زین کوشش بنقید باکشش (۴) کار | بکلّی میل ازین تبخانه بردار

---

(۱) فسردن (۲) بیچگونہ (۳) تہ آنرا شبیہ دنی این را نمونہ (۴) کشش

محبت چون نماید زورِ بازو | زمعشوقت ہم استغنا دہد رو
شود عشق این مجرد را تجلی | نہ صورت ماند اندر دل نہ معنی
ہمان ذات از ورائی اعتبارات | ببیند از خرابی در عمارات
بدین سان بود عشق از پردہ بیرون | کہ از لیلی فراغت داشت مجنون
چو آید غیرتِ معشوق در جوش | کند یکبارہ عاشق را فراموش
چراغی را کہ زختِ کارِ لیش بود | دو روزی در امانت دار لیش بود
امانت خواہ بستاند چنانش | کہ در عالم نیابد کس نشانش
مبارک خلوتی غیرے دران نہ | زمانی و توئی نام و نشان نہ

در تحقیقِ مشاہدہ و رویت سخن گفتن

خبرداران اسرارِ حقیقت | بچشم و دل گرفتارِ حقیقت
چنیں گویند کانواعِ تجلی | ز صبحِ کشف تا شامِ تدلی
بہ وجہی در سہ قسم آمد مقرر | بہ ہر قسمش جہانِ[1] نور مضمر
یکی در صورتِ مخلوق ظاہر | ز فوقِ عرش تا حدِ عناصر
مفید نیست این قسم از سعادت | نہ در صحرائی غیب و نی شہادت

---

(۱) جہانی گشت مضمر

چو در صورت بود گر در مثال است | علی التحقیق این قسم اتصال است
همان در کسوت نور مثالی | ز رنگ و تیره و اشکال خالی
تجلی صوریست از ریب شک دور | تعالی الله زهی نور علی نور
کلی مرئی چه ظلمانی چه نوری است | چه حسی چه مثالی جمله صوری است
کسی زین جلوه بالا تر نه بیند | برون زین قسم چشم سر نه بیند
شب معراج چون سلطان گزیده | خلاف آمد که دیده یا ندیده
محقق آنکه در تحقیق این راز | به نادیدن کند قانون خود ساز
که ذات حق بغایت ناپدید است | بجز چشم یقین او را که دید است
ظهور ذات حق در قلب انور | بود چون جرم خور در چشمهٔ خور
اگرچه جرم خور دیدن نیاری | وجودش لیک پوشیدن نداری(۱)
تجلی بی گمان نسبت بذات است | شهودش در پس نور صفات است
همان در پردهٔ انوار اسماء | مشاهد نیست جز قلب شناسا
ولی در آخرت سلطان مختار | بچشم سر دهد وعلی درین کار
فتد و ز موطن تبلی السرائر | بروی روز انوار ضمائر
به جنت آفتاب و ماه نبود | بجز رخسار جانان آگاه نبود
مرا بالجمله تحقیق آنچنان است | که دیدار از خواص آن جهان است
اگر عارف بهنگام عبارت | بدیدار و بدیدن کرد اشارت

(۱) نیاری

عبارت از شہودِ صوری است آن　　پیٔ تسکین دردِ دوری است آن

دربیانِ تجلّیٔ معنوی و فنا در وحدتِ صرف

چو از صورت بر آید سالکِ راہ　　بجان مشتاق قُربِ لی مع اللہ
نخستش (۱) جلوۂ معنیٰ رباید　　درِ اذواق و معارف برکشاید
ببینید (۲) دوست را در کسوتِ علم　　شود مستہلک اندر سطوتِ علم
در استہلاک چون از خود بر آید　　شہودِ بیخودانہ رُخ نماید
فنا در وحدتِ صرفش دہد دست　　کشیدہ جام و از ساقی شدہ مست
خوش آن مے کہ افگند پردہ زکارم　　برون از پردہ بنماید نگارم
دل از جام و صراحی سرد گشتہ　　زخود و ز گرمیٔ مجلس گذشتہ
بلا انگیز سروی مجلس آرائی　　بہ یکتائی و مغیاری (۳) زدہ رائی
ز ننگِ خود پرستی چند رستہ　　نقاب افگندہ و تنہا نشستہ

---

(۱) بخشنش جادۂ معنی رباید (۲) ببیند دوست را در کسوتِ علم،
(۳) بر مغروری یا غیوری

دربیانِ فنا و بقا و تجلّیٔ ذاتی

رونده چون ازین کشور برآید | دلش در کسوتِ دیگر درآید
فنائی لم یکن داده شکستش | بقائی لم یزل بگرفته دستش
تجلّی خواه سرمست و قوی دل | بذاتِ[1] آئینه افتد مقابل
مقابل لیکن از نسبت مبرّا | بہ پندار تقابل گشته یکتا
شود نورِ یقین مستِ نظاره | دل و چشم و خیال افتد کناره
یقینی تا حدِ حق الیقینش | یقینی مقصد و معراجِ دینش
یقینی اسمِ المؤمن نقابش | ز هر وہم و گمان بیرون حجابش
یقینی اصل دیدِ آن جهانی | یقینی نیز گردد لامکانی
درین موطن مجالِ آگہی نیست | مشاعر[2] را درین خلوت رہی نیست
کہ برہانِ وجودش ہم وجودش | شہودش را دلیلی ہم شہودش

---

(۱) بذات کو ئینه اش افتد مقابل (۲) مشاہد۔

در بیانِ تجلّیٔ ذاتی و تجلّیٔ معنوی و تجلّی صوری و علمِ حضوری

حضورِ ذات اگر در خلوتِ جان | بود بی پرده کشفِ ذاتی است آن
دگر علمی بود علمِ حضوری است | ولی در پرده کان امرِ ضروری است
دگر علمِ حصولی شد منفامش | تجلّی معنوی دانند نامش
دگر در صورتِ مرئی کند روئی | تجلّی صوریش خوانند سخن گوئی

دو جا لیکن ظهورِ این جمال است
یکی در حِس و دیگر در مثال است

در بیانِ علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین

دلم دوشینه در فکرِ یقین بود | در اطوارِ ظهورش تیزبین بود
که یا رب شاهدِ عین الیقین چیست | دران عین الیقین مقصود بین کیست
چو رفت از خود دلِ خلوت نشینش | که دارد دولتِ حق الیقینش!
چه معنی دارد از خود درگذشتن | صفاتِ دوست را آئینه گشتن (۱)
برون از علم بینائی کدام است | دگر علم است عین و حق چه نام است
صحیح است آنکه از خوانِ سعادت | دهند اوّل مرادِ آنکه ارادت
یقین گر نفسِ اذعان دقبول است | دم عین الیقین آن خود فضول است

---

(۱) گفتن

شد از نورِ یقین تحقیقِ این راز کدامین نور نورِ عرش پرواز

چو آن نور است نورِ حق تعالیٰ ز اصلِ خود جدائی نبود او را

نخست آن دل که ذوالخلقِ عظیم است امانت دار آن نورِ قدیم است

به هر دل در خورِ حُسنِ عبادت[1] ظهوری دارد آن عینِ سعادت[2]

تعالی اللہ چہ عالی قدرت است این بنامِ حق چہ زیبا حکمت است این

چو آن نور از کثافت های دوری جدا از اصلِ خود گیرد ظهوری

نظر بر علمش افتد نیک و بد را شود علم الیقین نامش خرد را

چو ادراکِ مرکب بگسلد تار بادراکِ بسیط افتد سر و کار

چه عجز از درکِ ادراک است ادراک کمال است اعترافِ ما عرفناک

از اینجا ما عرفنا هم عرفنا است عرفنائی که اسمِ بے مسمیٰ است

ازین تجرید ایمان است عریان ازین رو غیرِ مخلوق است ایمان

ازین معنی است با حق آرمیدن قلندر گشتن از ایمان بریدن

چو از وجهی شک آمد در وجودش مداری نیست چندان بر شهودش

خلیل از سرِّ صوری چهل پر افشاند کتابِ لَا اُحِبُّ الآفلین خواند

محقق راست اندر پرده رازی دلش با یک دگی دارد ز دنیا زی

---

(۱) ارادت (۲) کمالت

درین دم جلوهٔ عین الیقین است | ولیکن جلوہ بر خلوت نشین است
به اصلِ خود رسید آن نورِ جاوید | برہنہ از لباس بیم و امید
حضورِ ذات در مرآتِ نور است | ازان عین الیقین عینِ حضور است (۱)
چو در علم از مقامِ خود بردن بود | ز نسبت ہای گوناگون زبون بود (۲)
بسی حق ناشناسی می شد آنجا | سراسر ناسپاسی می شد آنجا!
چو توحید آمد اسقاطِ اضافت | یقین وارست ز آسیبِ کثافت
درین معمورہ جز حق الیقین چیست | بجز حق واقفِ علم الیقین کیست
که در حق الیقین از غیر بر نیست | یقین را رتبہ زین بیشتر نیست
درین موطن که مطلق کشف این است | شو در دانش که علمش (۳) نورِ عین است
محقق شد ازین علمِ مسلّم | که وجدان بر طلب آمد مقدّم
نہایت درجہ بودہ در ہدایت | تعالی اللہ زہی نورِ ہدایت
چہ خوش گفت آن حکیم کار آگاہ | چو سائل بالیقین گفتش ہو اللہ
صفاتش در تحقیق عینِ ذات است | ہمان ذاتش ز نسبتہا صفات است
یقینی کاندرین تحقیق گفتم | ہمان سرمایۂ تصدیق گفتم
حضورِ سادہ اما اہلِ ایقان | مدارِ اتقیا و مغزِ ایمان
ز ایمان کردہ نابینا کنارہ | مشاہد را ز ایمان نیست چارہ

---

(۱) نورِ (۲) دردان بود (۳) مطلق

در تحقیقِ تجلّیات و در کشفِ مراتبِ آن و بیانِ وحدتِ صرف

دگر رہ[1] در دل آید کای سخندان — چراغ از نورِ تحقیقت[2] فروزان

یقینِ کشفِ صوری از چہ بالیست — چہ جای[3] انوارِ معنی در حساب است

فروزان خاطرِ فرخندہ دیدار — بجوش آمد[4] چو دریای گہر دار

کہ در ہر جا جداگانہ حضوری است — ز اطوارِ یقین ہر سو ظہوری است

مقیّد چون ہمہ وہم و خیال است — یقینِ مطلق اندر وی محال است

حضورِ ذاتی از صورت بجویند — از آن عین الیقین اسما[5] بگویند

یقینِ معنوی ہم مثلِ صوری است — درین رہ کشفِ این معنی ضروری است

اگر خواہی شود مکشوف این راز — حجابِ ہستی از جانب[6] براندا ز

وگر خواہی بگیر[7] دو درِ تو این دم — برون از پردہ شو واللہ اعلم

بذکر دوست گویا کن زبان را — بکش کحلِ حضوری چشمِ جان را

حلاوت ذکرِ آن از پا در آید[8] — بوجدانِ مجرّد جا گذارد

نسیمِ ذکر با وجدانِ مذکور — کند گر دخواطر از نظر دور

حضورِ سادہ رخشانست اینجا — توجّہ عینِ وجدان است اینجا

---

(۱) دگر رہ در رہ دل ای سخندان (۲) حقیقت (۳) چہ انوارِ معنی و خیال است (۴) آید (۵) آنجا، نجا
(۷) بگیر (۸) در آرد

در آید چون باستیلاء توجه		شود چون ذکر ناپیدا توجه
دل از خورشید وحدت نور گیرد		وجود نفس جملگی مذکور گیرد
ورش از نزد(۱) خود علمی دهد دوست		چه گویم الله الله کان چه نیکوست
درین ره هر که انوار خدا یافت		بتحقیق انتها در ابتدا یافت
برون از صورت و معنی نگار(۲) است		مجرد از تماشا انتظار(۳) است
تماشا کن نگار عالم افروز		بیا بین انتظار آدمی سوز
سعادت بخشش ایمان محقق		اگر علمست ور عین است در حق
به آسانی درین ره میتوان دید		زهی(۴) سرگشته بخت آنکس که بشنید
طریق مستدیر است اینکه گفتم		به یکتائی مشیر است اینکه گفتم
ز خود بیرون مرو کز تو جدا نیست		خودی بگذار کین خود آشنا نیست

شمردم آنچه می باید شمردن
تو دانی و قبول راه بردن

---

(۱) نور خود (۲) نگاریست (۳) انتظاریست (۴) زهی برگشته بخت آنکس که نشنید

سلسلۂ پیرانِ طریقت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ز صدیق و ز سلمان و ز قاسم — چو صادق یافت ملکِ سینہ معمور

بر آن معنی کہ آبائی کرامش — ذخیرہ داشت شد نورٌ علیٰ نور

دو اسپہ راند صادق سوئی بسطام — ولیک از چشم ہر بینندہ مستور

ہمان عشوہ بملک خرقان برد — لباسِ شیروان پوشیدہ طیفور

چو شاہِ خرقان مسند نشین شد — بطوس افگند بانگ دور شور دور

یکی طوسی نثارا فشان برآمد — دران گنجینہ شد ناگاہ گنجور

ز گنجوری بسلطانی در آمد — ز شلۂ گورکان آوردہ منشور

ولیعهدِ فریدون بود جمشید — چراغِ قیصر و خاقان و فغفور

ز فرزندانِ آن مصرِ ولایت — عزیزی در ہمہ دانست مشہور

امامِ وقت ابو یعقوبِ یوسف — حجابِ آفتاب و غیرتِ حور را

عزیزِ مصر را دُرّی خلف شد — کہ خضرش در صدف بود است مستور

نقابِ نیستی افگند در سر — عروسی را کہ پیدا است منصور

کنون خلوت کدہ سلطانِ دین است — زمینِ غجدوان آن منبعِ نور

چو شاہِ نقشبند افراشت رایت — فگند از کف قلم مانی و شاپور

بہ بے نقشی نشانِ خویش گم کرد — غبارِ چشم بدا فشاندہ از دور

جُنید و بایزید آدرده یک جائی — بہ نسبت جذبہ را بنشانده از شور
برآمد ساقیٔ ناگاه سَرمست — زبان بکشاد موسیٰ وار بر طور
امانت دارا و لیعقوب چرخی — کہ کم بود پیش نقش غیر محظور
فرو رفتند در نیلِ جلالش — فراعینِ ہوا مغلوب و مقہور
گرامی خواجۂ احرار از وی — خراباتِ جہان شد بیتِ معمور
وجودِ خواجہ والقاییں پاکش — نموداری ز اسرافیل و ناقور
چو عرشِ فیض و فردوسِ بقا بود — ہم آنجا ختم شد ایں سعیٔ مشکور

ساقی نامہ

طبعی کہ سخنوری گزیند — در پردهٔ صبر کئے نشیند
در گوشِ دلم فسانۂ گفت — مجنونِ فسردہ را برآشفت
یعنی چہ مقامِ حیرت است این — ہنگامِ طلب خموش بنشین
چون قصۂ جام و بادہ آمد — میدانِ جنون کشادہ آمد
در دامن ساقیٔ خود آویز — دیوانگئی نما و برخیز
ساقی قدحی کہ ہوشیارم — زین ہشیاری لبیے فگارم
این کاسہ کہ بر سرم نگون است — جامی است اگرچہ غرقِ خون است
در خم میش بیفگن از دست — تا خود بمرادِ دل شود مست
مجنونِ تو یک پیالہ خواہد — زان بادۂ دیر سالہ خواہد

من پیرِ کہن گدای جامم — زان جرعۂ کہنہ دُرد(۱) بکامم
آن جرعہ چو در سرم زند جوش — دنیای کہن شود فراموش
عقلم چو صحیفہ اش کند طے — در جرعۂ عدم(۲) چو بوی در مے
چون جرعہ ز مے برہنہ ماند — گر در خمِ مے رود تواند
اکنون پے جرعہ گر شتابی — نہ جرعہ نہ بوی جرعہ یابی
این میکدہ جملہ جانِ پاک است — وین بادہ و خم نہ زاب و خاک است
ساقی ہمہ خونِ من فشردہ است — آن جان کہ شنودہ بود مردہ است
بر من دو سہ قطرہ مے فرو ریز — امروز قیامتے برانگیز
روحی کہ شود در او فراہم — نہ حشر شناسد و نہ آدم
این صوتِ(۳) تو عرش آشیان(۴) است — اسرارِ عجب درو نہان است
نہ بارِ کفن نہ قیدِ رفتار — اوّل قدمش مقامِ دیدار
ایمان برہنہ بادۂ تو — فردوس دلِ کشادۂ تو
دوزخ صفتی کہ از تو دور است — سبحان اللہ عجب(۵) صبور است
من گرچہ آتشین دماغم — از نکہتِ تو شگفتہ باغم
ای زاہدِ خام طبع بیکار — خود را گرو دو جرعہ می دار!

---

(۱) دُرِ بکامم (۲) دم (۳) صور (۴) آستان (۵) عجیب صور است

وز پای[1] طبیعتِ خرامت | یک قطرۂ ز ورنے تمامت
کامروز جز این ہوس ندارم | کاندر رہِ بادہ جان سپارم
دستی کہ ز بادہ دور باشد | در خاک سیہ چرا نہ باشد
ساقی بہ دلِ کشادۂ تو | سوگند بجام و بادۂ تو
مجنون کہ ز ہجر بود سرمست | لیلی گفتے و رفتے از دست
من نیز دمے برآورم سرد | زان شیفتہ کم نیم درین درد
معشوقہ بچند نام گویم | ساقی و شراب و جام گویم
در ذکرش اگرچہ بےقرارم | عمریست ز دست رفتہ کارم
من ذوقِ سخن چنان ندارم | آن کالبدم کہ جان ندارم
دارم بخیال مے سرو کار | می گویم و بے خبر ز گفتار
من بیہدہ در کدام حالم | از گفتِ من است واز خیالم
وقت است کہ این جہان واین گفت | بالنفس و وصال او شود جفت
قوسینِ کمان چون نہ بینم | برخیزم و گوشۂ نشینم
ہان شحنہ و محتسب بمیرید | از مستِ چنین خبر نہ گیرید
ساقی من ازین حیات سیرم | بنمائے کرشمۂ تا بمیرم

---

(۱) در پائی طبیعت خرام است | یک قطرہ زدُردِ مے تمام است

از خلقتِ این دوستِ نابود — دانم که لیعبدُ واست مقصود
در زنده سری فگندگی نیست — جز خواریٔ مرگ بندگی نیست
مستی که بپای خم شده ست — زاهد شده مستِ[1] چند لشست
ساقی برسان شرابِ نابے — من جمله شبم تو آفتابے
در کسوتِ بادہ روز خواہم — آن پرتوِ دلفروز خواہم
عقل این سخنم نمی پذیرد — کز روز شبی چه بهره گیرد
من بوئ تو در دماغ دارم — از عقل کنون فراغ دارم
روحم بطفیلِ نکہتِ راح — آمد چو صباح رفت مصباح
روز است مراد بختِ بیدار — گر شب برود برو چه درکار
این نقد ز دست داده اولیٰ — این بار ز سر نهاده[2] اولیٰ!
چون[3] حرفِ زنم چه طاقتِ من — چون دوست رسد چه جائ دشمن
او رونق دین و جانِ ہستی — دیگر ہمه گو که خود پرستی!
انیک من ازین بمند گذ غتم — ای آئینہ فتنہ تو گشتم
لیکن نہ چنانکہ روی بینم — تا پیشِ تو لحظہ نشینم
چشم بد و نیک از میان دور — خود مانی و آن تموّجِ نور
زین پیش بہ خطہ بخارا — بودی چو حباب آشکارا
آئینۂ ارجمند سے بود — نہ نقش نہ نقشبند ے بود

(۱) دست از جان شست (۲) فتاده (۳) چون او آید

امروز درین خرابه بنشین | این مشتِ خیال را فرو چین
اینجا تنم ارچه اوفتاده است | جانم بهمان زمین فتاده است
دارم بهمان زمین سر و کار | من نیز بخاریم به رفتار
ساقی مئی نقشبند پیش آر | من صیدِ توام کمند پیش آر
هرچند کمندِ عنبرین بوی | آن نیست که آورد کمین روی
آهوی ختن شکار دارد | برلاشهٔ خرسے چه کار دارد
عطار که نقشبندِ ثانیست | در حلقهٔ آن کمندِ فانیست
آن رشته که پارسا لقب بود | در پیچش آن کمند آسود
آن خواجهٔ بندگانِ آزاد | سر در خمِ آن کمند بنهاد
من چون هوسِ چنین نیارم | من خود سگ آن سه یارِ غارم
در کانِ نمک سگ ار نشیند | خود را بجز از نمک نه بیند
خوش آنکه سه[۳] یار چار گردد | قصرِ ادب استوار گردد
خشتے گردم که این نکو قصر | آید بکمالِ خود درین عصر
یک جام ازان مئے که دارد | از من به تمام سر بر آرد
بزمی[۱] که در آن زلال نوشان | خوانندم ختمِ مے فروشان

---

(۱) در بزم که زلال نوشان ..

شرطِ طلب است امید بستن — نومید نمی توان نشستن
امیدِ سری بکار دارد — عکسی ز جمالِ یار دارد
امروز درین رباطِ فانی! — دارم بامید زندگانی!
شمعی که درین سیاه خانست — امیدِ وصالِ آن یگانست
روزم بامیدِ او سفید است — جان در بدنم همین امید است
باشد که برون ز جستجویم — بخشند دو چند آرزویم
گفتم سخنی ز کامرانی — ای اَرحم راحمین تو دانی
در دیده کشم قبولِ خود را — خاکِ قدمِ رسولِ خود را
ای خاکِ مدینه در کجائی — در دیدهٔ من چرا نیائی
ای مردمِ چشمِ دوربینان — وی چشم و چراغِ نوربینان
دریاب غم آشیانه دارد — بنواز سیاه خانه دارد
سوزندهٔ غمِ کهن تلف به — این چترِ سیاه را شرف ده
ای نورِ دلِ چهار عنصر! — ای خوش صدفی درون هر دُر
ای دُرِّ تو تاجِ آفرینش — سرچشمهٔ مرغزارِ بینش
ای نورِ تو چون فلک هویدا — نعم البدلِ زمینِ بطحا
ای حجلهٔ خوابگاهِ مقصود — فردوس به درگهت جبین سود
ای از تو زمین بدین خرابی — دیده شرفِ ابوترابی

ای آمده نورِ آسمانی — حاصل شده سرِّ لامکانی

سبحان الله چه نسبتِ خاک — با سرِّ لما خلقتُ الافلاک

او سرِّ کمالِ مصطفیٰ بود — با این گره(۱) نسبتش کجا بود

من حاصلِ این خطاب گویم — مضمونِ ابوتراب گویم

خاک اند جماعتی که مردند — هستی بخدای خود سپردند

از سطوتِ نور در شکسته — وز آبِ بقا فرو نشسته

کردی نه به پشت پای زرشان — در(۲) کفِ پای خود چه امکان

سر حلقهٔ خاکیان علیؓ بود — سر سلسلهٔ جهان علیؓ بود

زان بحر دو نهر بند بکشود — یکسو حسنؓ و حبیبؒ و داؤدؒ

معروفؒ و سریؒ جنیدِؒ بغداد — کردی طرقِ کشیده بکشاد

یک سوی دگر لطیفهٔ پاک — مستور بزیر پردهٔ خاک

سبطینِ رسول و زینِ عبّاد — پس باقرؓ و صادقِؓ نکوزاد

این سلسله از طلای نابست — وین خانه تمام آفتابست

القصه ابوتراب این است — تفسیرِ اشارت این چنین است

هر چند غرض درین کرامت — افتاده ز راهِ استقامت

لیکن سر رشتهٔ بجا بود — عشقم بجمالِ مصطفیٰ بود

گر خاکِ مدینه می شنودم — در راهِ نیازِ خواجه بودم

---

(۱) با دیگران نسبتش کجا بود (۲) گردِ

در مدحتِ حاملانِ رازش   گفتم همه بود در نیازش
ای خواجهٔ بارگاهِ سرمد   سرحلقهٔ انبیا محمد
ده ده چه زبانِ پاک دارم   این راه چگونه می سپارم
این تنگ بساط در نوردم   هم گرد زبانِ خود بگردم
گویم سرِ و سرورِ من است این   مداحِ پیمبرِ من است این
سبحان الله بلند ذاتست   حمالِ حدوثِ عالیانست

تاریخِ تولد برخوردار خواجه عبیدالله و برخوردار خواجه محمد عبدالله که در یک سال ۱۳۰۱ھ متولد شدند سلمهما الله تعالی

در باغِ طراوتِ جوانی   بی برگ گذشت زندگانی
هرگز نه شمیده بوی فرزند   بودم سروی بسایه خورسند
آخر به برے امید بستم   افتاد ترنجکی[1] بدستم
طبعم غزلِ نشاط می گفت   دیدم[2] که بهارِ باغ بشگفت
تاریخ شناسِ تیز بین مرد   "بشگفت بهار" در خط آورد
زان های دو چشمهٔ بهارم   نمود دو دُرِ شاهوارم
یعنی که همان دو نورِ باهر   در یک تاریخ گشته ظاهر

---

(۱) شگوفه بدستم (۲) دیدم ناگه بهار بشگفت

بالید پس از مرورِ ایّام | در بارِ درخت شد دو بادام
ما بینِ ظهورِ آن دو گوهر | بگذشته چهار ماه و اکثر
آن[1] گشته درین غرا به منزل | روزِ یکم از ربیع الاوّل
بود آخرِ عصر کان یگانه! | افتاد درین سیاه خانه
خورسند[2] گزید خوابگاهش | کانیک شب و روشنیٔ ماهش
انگشت ہلال در دہن بود | کاین شعلہ غریب خورشکن بود
زین سقف دریچہ ہا کشادند | نظارگیان در ایستادند
خور تیز بشرق شد گریزان | کاید بہ پناہِ صبح خیزان
وین[3] طرفہ نشاطِ خاطر افروز | شد دامنِ شب چو چہرہ[4] روز
قطب از طرفی نفس بر آورد | کانیک بتو می سپارم این برد
اندر ملکوت غلغل افتاد | کاسلام بشکلِ آدمی زاد
گفتند کہ تہنیت رسانیم | ایمانِ محمدیش خوانیم
در خانۂ کمترین غلامے | شد بندگیٔ[5] بزرگ نامے
این نامِ نجستہ و ملک زاد | انشاء اللہ شفیعِ من باد
بر درگہِ خواجہ ام رساند | گوید ز من آن سخن کہ داند
گوید کہ ز سرِّ کارم آگاہ | او مفلس و من خزینۂ شاہ

(۱) آن کردہ (۲) خورشید (۳) زین (۴) بہرہ اندوز (۵) شد بندہ یکی بزرگ نامے۔

کارش همه گردِ من تپیدن — انسش بخیالم آرمیدن
من بودم و نقد خانهٔ او — سرگرمیِ آستانهٔ او
بیچاره قلندری تهی دست — می بود خزینه دار پیوست
چون باغِ طبیعتش برآورد — در میوهٔ جمالِ من اثر کرد
جسم[1] فلکی شناخت زادش — زان روی بمن لقب نهادش
القصه دران گذشتنِ روز — آمد بزمین چو بادِ نوروز
کردند موذنانِ اسلام — تکبیر و اذان بگوشش اعلام
تا فطرتِ او ثبات یابد — دینِ الہین بر نیابد[2]
برخیز ہلا موذنِ غیب — در گوشِ من آر بانگِ لاریب
این حسن پسے نیاز مند است — یک اشهد از لبت پسند است
گر بکیدم اللہ از تو گیرم — واللہ که همان زمان بمیرم
یک شعلهٔ نور ده بروزم — تا خانهٔ ماسوی بسوزم
من[3] خود به نیاز می سپارم — می میرم و شعله نی گذارم
در خوانیم[4] از من سیه روز — خود شعلهٔ خویشتن برافروز
این غمکده باز برده بهتر — این[5] مرگِ جلی سپرده بهتر

---

(۱) چشم فلکی (۲) بر نتابد (۳) خود را تو بازی سپارم (۴) در خود نیم از منِ سیه روز (۵) این مرکب پے سپرده بهتر۔

ای دوست بحقِ دوستداری | خواہانِ توام بجان سپاری
ہان از تو قدم بنا نہ ماندن | از من سبقِ فراق خواندن
ہجرانِ تو وصلِ جاودانی است | در پیش تو مرگ زندگانی است
از مرگ چنین نمی ہراسم | این شعبدہ نیک می شناسم
گر حیَّ علی الصلوٰۃ گوئی | ہم خود بصلوٰۃ من بپوئی
در زیرِ کہن شُوِد(۱) فراہم | رشکِ ہمہ زندگانِ عالم
من مردہ و دوست در نمازم | سبحان اللہ بخود بنازم
افتادہ بصعقۂ تجلّی | گویم دہُوَ الَّذِی یُصَلِّی
گر زندہ دو کون مدح خوانم | قَدْ اَفْلَحَ اُبْتُنِیْ(۲) نشانم
ای نفسی(۳) وجود بر تراشم | گر زان(۴) گہرے شنودہ باشم
ہان اللہ گوئی تا بجوشم | اینک چو صدف تمام گوشم
در راہِ الٰہ اگر شوم نیست | حاجت بہ سماعِ اکبرم نیست
در چشمِ من آن الف عظیم است | دانم کہ صراطِ مستقیم است
من یکدمِ سردِ تام دارم | یک رشحہ حیات کام دارم
از رشحہ کفایت است این کار | چون من بروم چہ کم چہ بسیار

---

(۱) شوم (۲) آیتی لبشانم (۳) این نقشِ وجود (۴) تکبیرے اگر شنودہ باشم۔

چون درنگری غرض تمام است | سررشتهٔ رشحه هم بجام است
گر بحر رسد به تشنه کامے | سیرابیٔ اوست هم به جامے
نی نی غلطم مقامِ درویش | عالیست زحرفِ اندک وبیش
دریایٔ ازل لبی شگرف است | سُبحانکَ تُبتُ این چه حرفِ است
ای لیسَ کَمِثلِہٖ نقابت | سررشتهٔ عقل سدِّ بابت
من خرقهٔ عاقلی دریدم | ایمانِ محمدی گزیدم
از قیدِ تفکرم چه حاصل | آن خواجه لبس است عقلِ کامِل
من بیچاره ان همه گمانم | تحقیقِ رَهِ[1] مبین چه دانم
هرچند که خلق ناشناسا | گویند که عاقل است ودانا
استادم ودانشم کتابم | دانی که من از کدام بابم
طفلم که نخورده شیرِ مادر | افتاده همان بخاک وخون در
نگذشته هنوز پیشِ سلطان | دارم دلکی تمام افغان
گم نامم وکار جمله خام است | بسم الله نامم من کدام است
نامی نه کزو مرا بخوانند | نامی که مرا زمن رهانند
نامی که چو در رسد بجایم | او ماند ومن زخود برآیم

---

(۱) رہ چنیں چه دانم

اینجا[1] سرِ عقل خورده در سنگ   هان خامه به اصلِ قصه زن چنگ

تاریخ یکے چو شد نمودار   هنگامِ تولّدِ دگر آر

افتاده به بحر و بر طلاطم   ماه رجب و پگاهِ ششم

چون صبح رسید آخرِ شب   چون روز ز روشنی لبالب

چون ماهِ تمام منشرح صدر   در ظلمتِ شب چو ساعتِ قدر

با نورِ محبتِ خدائی   در آخرِ فقر و بے نوائی

با خود جهتِ کمال سرمد   خورشید پئے تهجّد آمد

در عینِ شب آفتاب برخاست   تا صبح[2] پسین شتاب برخاست

آن[3] شب درِ معرفت کشودند   تمثالِ طلسمِ خود نمودند

خورشید با حتجاب خود در   کردند ستارگان برون سر

از شعشۂ چراغِ بسیار   این عرصۂ تیره شد نمودار

در دیدۂ شپّرانِ کم ناز   وحدت بسِ این دو کثرت افتاد

چون سر کشد آفتاب برمن[4]   افتاده[5] نه تیره و نه روشن

آن تیره به تلز هم فنا گم   روشن به حجابِ[6] اجتبا گم

---

(۱) اینجا سرِ عقل بخورد سنگ (۲) با صبح (۳) آن را الخ (۴) برفن

(۵) نه تیره بماند و نه روشن۔ (۶) اختفا گم۔

خور نیز حجابِ نور دارد — در پردہ چنین ظہور دارد!
گر پردہ ز روئی خود کشاید — خود نیز بہ اجتبا[1] در آید
یارب کہ طلسمِ خود کشائی — این طفلکی را بہ او نمائی
خود را بہ تمام[2] خود گذارد — چون نخل ز دانہ سر برآرد
چندین ہمہ آفتاب رفتند — در بحرِ تو چون حباب رفتند
این قطرہ ہم از شما را لیشان — در موجِ خودش بکن پریشان
باشد کہ کامم از وبر آید — چون بنمیش از تو یادم آید
بس تشنہ و بس خرابم اید وست — در حسرتِ یکدم آبم اید وست
ہر جا کہ ترشحِ تو بینم — در العطش آیم و نشینم
ای بحرِ طلب بکامِ من شو — امروز یکی بجامِ من شو
من جام چہ می کنم گدا ایم — مشتاقِ نوا ام دہن کشایم
اکنون دہنم کشادہ بہتر — بحرِ سخن ایستادہ بہتر

زین گفت و شنود حاصلم نیست
حیران و خموش بایدم زیست

---

(۱) اختفاء (۲) نظام

تاریخِ تولد برخوردار خواجہ خورد، اسمہ خواجہ محمد عبد اللہ سلمہ اللہ تعالےٰ

گلشکری بو العجبی دست داد
شکرِ ہندی و گلِ ترک زاد

بلکہ زکشمیر گلِ زعفران — شد شکر آلودہ ہندوستان
شاخ گل از باغِ ولایت شناخت — از قدحِ ہند شکر آب یافت
شاخِ نباتی شد ازین طرفہ فن — انبتہ اللہ نباتاً حسن
بلکہ نہالی است برون از جہات — آمدہ در عہدِ این شاہ مات
گرچہ فرد رفتہ درین نیک عہد — باروراست از اثرِ قرب عہد
آمدہ لبس در غمِ این تیرہ خم — ماہِ رجب بود و صباحِ ششم
۱۰۱۰ھ

کردہ قلم سالِ ولادت رقم
ہان بشمار انچہ رقم زد قلم

رباعیات

اے خواجہ درین نامہ لبسی اسرار است
مجموعۂ ما سلسلۃ الاحرار است

(۱)

گویند وجود کون کونست حصول — نورے بجز از کون نگردست قبول

واللہ کہ درین پردہ لسان الغیب است — بر طبقِ قواعد است و بر وفقِ اصول

(۲)

بشناس کہ کائنات رو در عدم اند — کل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند

وین کون معلق از خیال و وہم است — باقی ہمگی ظہورِ نورِ قدم اند

(۳)

بنگر کرۂ درون و بیرونش نور — در وے ز عجوبگی بصد نوع ظہور

یابندۂ انواعِ ظہورش باطن — وان ظاہر در پردۂ وحدت مستور

(۴)

تکوین دو کون را صلا در دادہ — دانی کہ در عدم چسان بکشادہ

حادث شدہ نسبتی درون را بیرون — در بیرون عکسِ آن عکوس افتادہ

(۵)

ما صورت و حق آئینۂ عکس نماست | این است معیتی کہ حق را با ماست
ہر صورت در ظہور شرطِ دگر نیست | این نسبتِ اسباب زین رو پیداست

(۶)

آن کسب کہ نسبتش بما گشتہ عیان | در مذہبِ اہلِ حق جز آن ہیچ مدان
حق موجود است و فنا در مُطلق اوست | وین مشتِ خیال جملہ وہمست و گمان

(۷)

حادث کہ نباشد بدو آن پا بندہ | تا ثیر کند بحادثِ آیندہ
سبحان اللہ زہے خیالِ باطل | این است وجودی عدمش زائیدہ

(۸)

آنجا کہ حق است جملگی بے سبب است | از کن فیکون جز این روش بس عجب است
کسبی کہ وجود او بجز وہمی نیست | نسبت بحق ار کند کسی بے ادب است

(۹)

ہر صورت علمیہ کہ ہستش گوئی | زان ہست کہ بوئی اصل از وی بوئی
معلوم کہ اصل ہست، وجود علم است | جہل است اگر جز این روش می پوئی

(۱۰)

ممکن که خرد در حدِ تمیش بکشاد ... دربدوِ نظر به هستیش فتوی داد
او در هستی و هستی اندر وے بود ... بیچاره باشتباه نامے بنهاد

(۱۱)

از صفائے مے و لطافتِ جام ... درہم آمیخت رنگِ جام و مُدام
همه جام است و نیست گوئی مے ... یا مُدام است نیست گوئی جام

(۱۲)

ایں صورتِ علمیه که در جلوه گری است ... از خال و خطش جمالِ مقصود بری است
ادراک مرکب است و مرآت خود است ... در روئے همه نشیم بودن از بے بصری است

(۱۳)

در علم دو وجه است بے شبه و ریب ... یک وجه بشاہد است یک وجه بغیب
در وجه شاهد همه رنگ است و تمیز ... در وجه غیب نه نشان است و نه غیب

(۱۴)

ایں علم بسیط بے تمیز است و نشاں ... در ساحتِ او راه نه این ست و نه آں
چوں حاصلِ تازه ندارد نه تواں ... تحصیل نمودکیں محال است عیاں

(۱۵)

از حضرت ذات بهرهٔ استهلاک است — استهلاکے کہ از تصور پاک است
آں معرفت است نامش ادراک بسیط — آنجا چہ محل دانش و ادراک است

(۱۶)

ادراک بسیط موطن محو و فنا — ہر جا ہستی است دارد آنجا ماوا
این است تفاوت کہ دریں موطن قدس — ظاہر شدہ جفت عروس وحدت تنہا

(۱۷)

ہنگام شعور ازین مقام عالی — ہر چند کہ ہست دست دانش خالی
در پردهٔ نور یک ظہورے دارد — این است نتیجۂ علوم حالی!

(۱۸)

لیکن باید کہ نور آن باطن پاک — ہر لحظہ نیفتد ز مقام ادراک
در دیدہ ہمیں کون حصولی ماند — تا یافت شود نتیجۂ استہلاک

(۱۹)

یارب چہ کنند کلامی بیچارہ — گر ز کوئے حقیقت نشود آوارہ
ہستی بکمال قرب از و مستور است — کو لذت حصول در دلش ستیارہ

(۲۰)

خواہی کہ جمالِ غیب در دل یابی
زنہار طلب مکن کہ مشکل یابی!

در ذاتِ خدا الفکر آمد باطل
در فکرِ چنیں مشو کہ باطل یابی

(۲۱)

خواہی حق را بغیرِ مظہر بینی!
بنشیں کہ محالست کہ دیگر بینی

می کوش کہ بے صورتِ تحقیق را
در مظہرِ موہوم مصوّر بینی

(۲۲)

حق نقطۂ جوّالہ جہاں دائرہ داں
بے دائرہ آں نقطہ نیابد میاں

آں دائرہ صورتِ علومِ نقطہ است
واں[1] نقطہ کہ جلوہا در او گشتہ عیاں

(۲۳)

گر نقطۂ جوّالہ بود ذاتِ نقط
واں شکل نمود اعتباراتِ نقط

گردد چو جہاں کہ جملہ مرآتِ حق است
خط نقطہ و دائرہ مرآتِ نقط

(۲۴)

ہر چند کہ دائرہ ز وہم است و نمود
در نقطۂ عروض دائرہ شد مشہود

گویند کہ در نظارۂ کشف و شہود
اعیاں ہمہ عارض اند معروض وجود

---

(۱) واں نقطہ در او بجلوہ گشتہ عیاں

(۲۵)

گر نقطہ بجولانگہِ خود آنے در ر — بیروں کشد از دائرہ و از خط سَر

درظاہر علم گر کج و راست شود — در باطنِ علمش نبود ہیچ اثر

(۲۶)

ہاں تا نکنی غلط کہ از کم دانی — ایں باطن را بروں زظاہر دانی

ظاہر بدلے کہ بے خیالِ روحش — ہر چند کنی تخیلش نتوانی

(۲۷)

ہر جا ہستی است گر نبات است اَو جماد — گنجے ز صفاتِ خود در روح نہاد

ہستی چو بذاتِ خود علیم است او قدیر — از ہست چگونہ علم و قدرت افتاد

(۲۸)

در ہر شکلے کہ رنگِ ہستی پیدا است — روح است کہ قادر و مرید و دانا ست

لیکن ہر یک پے ترد دگشتہ — در ظاہر علم ازیں صفت ہا یکتا ست

(۲۹)

ایں ظاہر بے مثل لبسانِ بدن است — واں لیس کمثلہ در و خیمہ زن است

روح است باعتبارِ اطلاقِ وجود — گاہے نفس است گاہ ویس قرن است

(۳۰)

حق روح و جهان نفس و آفاق بدن
چون نقطه که در دائره دارد مسکن
ظاهر در وی همه صفات نقطه است
مظهر بگذار چنگ در ظاهر زن!

(۳۱)

هم بیرنگ است و باز هم رنگ پذیر
آن لیس کمثله سمیع است و بصیر
این سمع و بصر جز این ندارد دگرے[1]
آن جمله غنی است ما سوی جمله فقیر

(۳۲)

تنزیه فقط ز علم سوی او بست
از ملتی و سمع صاحب دل عجب است
در ظاهر آیات بسے تشبیه است
در باطن خود تمام آیا رب ست

(۳۳)

تشبیهی را که بوئے تنزیهش نیست
در اکثر تنزلات توجیهش نیست
این نکته ز فهر مان مخشر باید
سهل است و در ذا گر چه تنبیهش نیست

(۳۴)

سبحان الله[2] زهی خدائے متعال
عالی ز تصور و مبرا ز خیال
از نور لطافتش ضمائر مشحون
وز سر سرائیش جهان مالامال

---

(۱) چیزے (۲) این رباعی باعتبار ترتیب "سلسلة الاحرار" رباعیِ اول است از سهوِ کتابت درینجا درج شده - ۱۲ حیرت کاظمی

(۳۵)

چون ظاهر علم پردهٔ مقصود است   وین مشتِ خیال سر بسر نابود است
از نقش دمے بسوئے بی‌نقش گریز   وانگاه نظاره کن که حق ناموجود است

(۳۶)

هر حسنِ تو نهریست ز انهارِ نقوش   شد ظاهر و باطنِ تو در کارِ نقوش
برخیز و جمالِ نقشبندے بطلب   کاسان شودت شکستِ بازارِ نقوش

(۳۷)

چون نقش نهاده رو به بے‌نقش آری   زان لوحِ وجود نسخه بر داری
نورِ بے‌رنگ ترجمانش گردد   زنهار که دل به ترجمان نگذاری[1]

(۳۸)

آن بیرنگے چو پرتو انداز شود   بس رازِ نهفته را که غماز شود
هر جا نوریست برکشد جمله بخود   وانگه پے انکشافِ هر راز شود

(۳۹)

گویند که چون رسد نئی بکمال   گردد دو جهان ز ترجمان مالامال
چشم از همه سو سرمهٔ مازاغ کشد   گوش از همه جانب شنود بانگ تعال

---

(۱) نسپاری۔

(۴۰)

ممکن ز تنگنای عدم ناکشیده رخت — واجب بجلوه گاهِ عیان نانهاده گام

در حیرتم که این همه نقشِ غریب چیست — بر لوحِ صورت آمده مشهودِ خاص و عام

(۴۱)

ای گشته بهر نمود بیهوده گرد — این است مقام کنت سمعه بشنو

دلبسته نمود که بس بی ظرفست — بنشین نادم بهر طرف مشو در تگ و دو

(۴۲)

یک لحظه سری بجیبِ هستی درکش — حرفی انا گوی را خطی بر سر کش

گر مردِ رهی به نامرادی خو کن — یعنی که نگارِ نیستی در بر کش

(۴۳)

این سکه که من زدم بنامِ فقر است — وین روشنی از نورِ تمامِ فقر است

برخیز و رهِ خواجهٔ احرار بگیر — کان(۱) راه ز سرحدِ مقامِ فقر است

(۴۴)

آمد چو رباعی بچهار از عشرات — خامش شده خامه و دهن بسته دوات

ما هم سخنی را که بشرحش گفتیم — کردیم تمام بر محمد صلوات

---

(۱) کاین راه

(۴۵)

اندیشہ چو از عین خود برد دلبر | در تفرقہ اش چو اہل ظاہر منگر
ہر چند کہ ہست کل یوم فی شان | در ہر شانے ز بے نشان دادہ خبر

(۴۶)

اے خواجہ دریں نام لبسے اسرار است | فہمش ز مقیّدِ خرد دشوار است
از کون و مکاں مقیّد انش فرداند | مجموعۂ ما سلسلۃ الاحرار است

تمت الرباعیات

مجموعۂ سلسلۃ الاحرار کا قدیم ترین خطی نسخہ بھی جس کا سنہ کتابت ۱۰۰۷ھ ہے۔ علیگڑھ کی آزاد لائبریری کے صدر یار جنگ سیکشن میں ۲۱/۲۰۲ اق پر موجود ہے۔ اس نسخہ کی کتابت حضرت خواجہ باقیؒ کی وفات سے تقریبًا پانچ سال پہلے ہوئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ خطی نسخہ خود حضرت خواجہ نے تحریر فرمایا ہو لیکن اس قیاس کی تصدیق و توثیق تاحال نہیں ہوئی۔ حیرت کاظمی

متفرقات

از نوای بیرنگ باچندین صُوَر
هم مُشتبہ ہم منزہ خیرہ سَر

(خواجہ باقیؒ)

اضافہ برروئے نسخ خطی گوالیار و خانقاہ شاہ ابوالخیرؒ
و آزاد لائبریری (صدر یار جنگ سیکشن) ۲۱/۸ ق محررہ ۱۰۱۱ھ

رباعی

بدمستِ من امشب چو مہ آراستہ است
غم ہمچو ھلال لاغر و کاستہ است
ای صبح بروں میاکہ ترکاں مستند
دی شب بنشیں کہ فتنہ برخاستہ است

رباعی

صحرا نشیں ز سیل حذر کُن کہ آستیں
تر می کنم بہ گریۂ و افسردہ می روم
آں گلبنم بہ باغِ تو کز یک نسیمِ لطف
نشگفتہ ام ہنوز کہ پژ مردہ می روم

فرد

بغیرِ آنکہ بروزِ سیاہِ خود گرید
دگر ز دیدۂ باقیؔ چہ کار می آید

اضافہ بنا بر زبدة المقامات تصنیف خواجہ
محمد ہاشم کشمی صفحہ ۱۲ و ۲۶ مطبوعہ

رباعی

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود
تا جاں باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بہ کامت ریزند
گُم باید کرد و خشک لب باید بود

فرد

می گزشتم زِ غم آسودہ کہ ناگہہ زکمیں
عالم آشوب نگاہی سرِ راہم بگرفت

فرد

من از محیطِ محبّت نِشاں ہمی دیدم
کہ استخوانِ عزیزاں بہ ساحل اُفتاد است

مرثیہ ابوالوقت حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ العزیز

(از مولانا رشدی)

دل بر گرفت از ین چمن آن تازہ نوبہار — زین غم بخونِ دیدہ نشستم چو لالہ زار

کو غم کہ داد خود بستاند ز عیشِ من — تا بیش از ین بچہرہ ببندم بخون نگار

این یکدو روز عمر مداری برین منہ — واین بر غلط فریب جہان دل برین مدار

بر حالِ خویش گریہ کند مرغِ این چمن — بر عمرِ خویش خندہ زند کبکِ کوہسار

از ہر طرف قافلہ در نیمہ رہ بماند — ہشدار ہان وہان نظری بر قضا گمار

خوش خوان سترد ہاست درین رہ کہ چون جرس — ہر صبح وشام مرثیہ خوان است روزگار

بر خونِ خلق چرخ دہن باز کردہ است — عبرت بگیر ازین سبعِ آدمی شکار

کان قطبِ نہ فلک بدلِ عرش جا گرفت

خلوت گزید با حق و جامِ بقا گرفت

امشب کہ نالہ بلبلِ خاموش تازہ کرد — آہنگِ گریہ بر منِ مدہوش تازہ کرد

ہر نالہ ماتمی و گرافزود بر دلم — داغی کہ خفتہ بود در آغوش تازہ کرد

جوشِ درون کہ از دمِ سرد م فسردہ بود — آتش بسینہ در زد و آن جوش تازہ کرد

شوریدہ حکایت آن رخ نہفتہ گفت — آشفتگی بسینہ بلانوش تازہ کرد

آن خواجہ کہ از دلِ عرّائی ہوشمند — آئینِ شرع و قاعدہ ہوش تازہ کرد

وز بهرِ حلقهای غلامیش مهر و ماه — هر روز ریقهای بناگوش تازه کرد

از پیک روزگار بر آمد پیام چرخ — بر ما هزار درد فراموش تازه کرد

یک ره خبر دهید که آن نو سفر چه دید
بر اوجِ نه سپهرِ برین آن قمر چه دید

آن هادی زمانه رخ اندر نقاب کرد — زین شیوه خانمانِ جهان را خراب کرد

در عمرِ روزگار ندیدا است کس بخواب — زین صعب تر غمی که دل و دیده آب کرد

در کامِ عیش زهر شکست از فراقِ او — عشرت بجام و شیشه غو خونِ ناب کرد

خود وصل بر گزید و بیاران فراق داد — خود باده بخور و دلِ ما کباب کرد

هر کس که ناله ها جگرِ ریشِ ما شنید — شب را تمام روزِ قیامت حساب کرد

بیدار باد دیدهٔ عبرت گزین هوش — کان بختِ ارجمندِ جهان عزمِ خواب کرد

خون شد دلِ سپهر ز بسیار خفتنش
در زیرِ خاک با دلِ بیدار خفتنش

دامان کشیده سرو ازین بوستان چراست — آن گلبنِ شگفتهٔ رعنا نهان چراست

پیمانهٔ مرادِ حریفان نکرده پُر — آن ساقیِ شرابِ بقا سرگران چه است

پژمرده گشت غنچهٔ امید بی رخش — افسرده خاطر از چمن آن باغبان چراست

آن مایهٔ جمالِ جهان گر سفر نکرد — افسرده رنگ و رونقِ روی جهان چراست

آن نو بهارِ تازه اگر رخ نهفته است — گلها جگر فگار ز دستِ خزان چراست

از هفت بامِ چرخ اگر سنگِ غم نریخت　　بر پشتِ جانم این همه کوهِ گران چراست

آن آفتابِ برجِ هدایت اگر نخفت　　این تیرگی روی زمین و زمان چراست

آن گنجِ شایگان که نخفت است زیرِ خاک
از مخلصان نیازبدان آستانِ پاک

گویند خضرِ وقت و مسیحِ زمانه مرد　　خورشیدِ نورگسترِ این هفت خانه مرد

بهرِ شیدِ چشم یکره و شد زنده آبد　　معشوقِ دهر بود ولی عاشقانه مرد

الّا محبتش بو سم جمله مرده باد　　چون آن سه رو هفته و فردِ یگانه مرد

رنگِ رخم شکسته برآمد زجامِ دل　　خون در رگِ ترانهٔ چنگ و چغانه مرد

زشدّی ازان نفس که رخِ خود نهفت دوست　　سازِ طرب شکست و نوای ترانه مرد

بر حکمِ وهم و دیدهٔ کوتاه بین مگوی　　کان روح بخشِ زندگی جاودانه مرد

چون نوعروسِ وصل در آغوش برگرفت
از بس ملال دلش لبِ خاموش برگرفت

آوخ که شهسوارِ زمین و زمن نماند　　گلدستهٔ که بود بدستِ چمن نماند!

یعقوب وار دیده بکوری سپرده به　　چون در زمانه یوسفِ گل پیرهن نماند

آشفته گشت خاطرِ مجروحم آنچنان　　کز جوشِ گریه هیچ دماغی سخن نماند

دل شاد بلبلی که بجو دِ صد نوا نه داشت　　آن گل چو رخ نهفت زبان در دهن نماند

شد برگ ریز لاله و گل از خزانِ دهر　　در گلشن نشاط لبِ نغمه زن نماند

دهر از فراق چون شب دیجور تیره شد — کآن شمعِ بزم قدس درین انجمن نماند

آن نورِ قدس روشنی از دیده برگرفت — خورشید گو ممان چو شهنشاهِ من نماند

دل خون کن زمانہ غم خواجہ باقی است

جانکاه عاقبت الم خواجہ باقی است

از حق ہزار مکرمت و آفرین برد — شد ختم سرفرازی دنیا و دین برد

چون مادر زمانہ ندارد چو او پسر — زان است گریہ ہای زمان و زمین برد

بربام خود کشید پی فخر چون مسیح — دل بستہ بود چون فلکِ چارمین برد

دانستم آنکہ بود چو من عاشق رخش — کز بام ریخت زہرہ گل یاسمین برد

بلبل نہفت در غزلش خنجر و سنان — گل چاک کرد پیرہنِ نازنین برد

دلہا بخاک او چو مگس بر شکر گرد — صد حسرت است در جگرِ انگبین برد

برقدرِ درد اد نتوانیم گریہ کرد — گرنیدتا بجعفر شہور و سنین برد

آہ این چہ ماتم است کہ خونِ جگر بسوخت

ہر لحظہ ام بدرد و غمِ تازہ تر بسوخت

قطعہ تاریخ وفات فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ

خواجہ باقی آن امامِ اولیا
عارفِ باللہ اسرارِ نہفت
نکہتِ بُستانِ سروِ انبیا
از نہالِ جعفری خوش گل شگفت
چُونکہ بُد مشرب فنا اندر بقا
محوِ حق گشتہ ز اسرارِ صفت
رخت بستہ زین سرائے بے بقا
چوں ندائے ارجعی از حق شنفت
سال تاریخ وصالش خسروی
فی البدیہہ نقشبند وقت گفت (۱)
۱۰ ھ ۱۲

---

(۱) یہ قطعہ تاریخ بھی آثار الصنادید سے منقول ہے۔ حیرت کاظمی

قصیدہ مشتمل بر تاریخِ وفات

قبلۂ (۱) اربابِ معنی کعبۂ اصحابِ دیں ۔۔۔ مظہرِ فیضِ الٰہی صاحبِ علم الیقین

ہادیٔ دینِ نبی۔ اکمل امام المتقین ۔۔۔ موردِ فضلِ گرامی آلِ (۲) ختم المرسلین

کاشفِ اسرارِ مطلق واقفِ علم الیقین ۔۔۔ محوِ ذاتِ اقدسش باللہ باقی بالیقین

غوثِ اعظم عروۃ الوثقیٰ ز ربِ العالمین ۔۔۔ قطبِ ارشادِ جہاں ہم معنیٔ حق الیقین

کاملِ عالی طریقہ ہادیٔ راہِ متین ۔۔۔ بحرِ عرفانِ الٰہی مقتدائے عارفین

راضی و مرضیٔ حق بر ذاتِ شانِ او متین ۔۔۔ ایں کرامت ہست از محبوبِ ربِ العالمین

نورِ بیچوں بر جبینش تافت از حق المبین ۔۔۔ شد زمینِ تربتش روشن قلوب المومنین

کے توانم گفت مدح آن خلاصۂ واصلین ۔۔۔ ہست ذاتِ خواجہ باقی مرحمت للعالمین

خواجگیٔ المکنہ شد مرشدِ آن شاہِ دین ۔۔۔ لیک مشربِ اولین و ہم بہارِ آخرین

چون کمالش وصل دائم بود معنی دلنشین ۔۔۔ شد وصالِ غیب و آخر بعمرِ اربعین

واں ز ہجرت بعدِ الف اثنا عشر بودہ سنین ۔۔۔ از وفاتِ قطبِ دوران تکیہ گاہِ مسلمین

ہر کہ آید بر مزارش از سرِ صدق و یقین ۔۔۔ حاجتش گردد روا ہم مقصدِ دنیا و دین

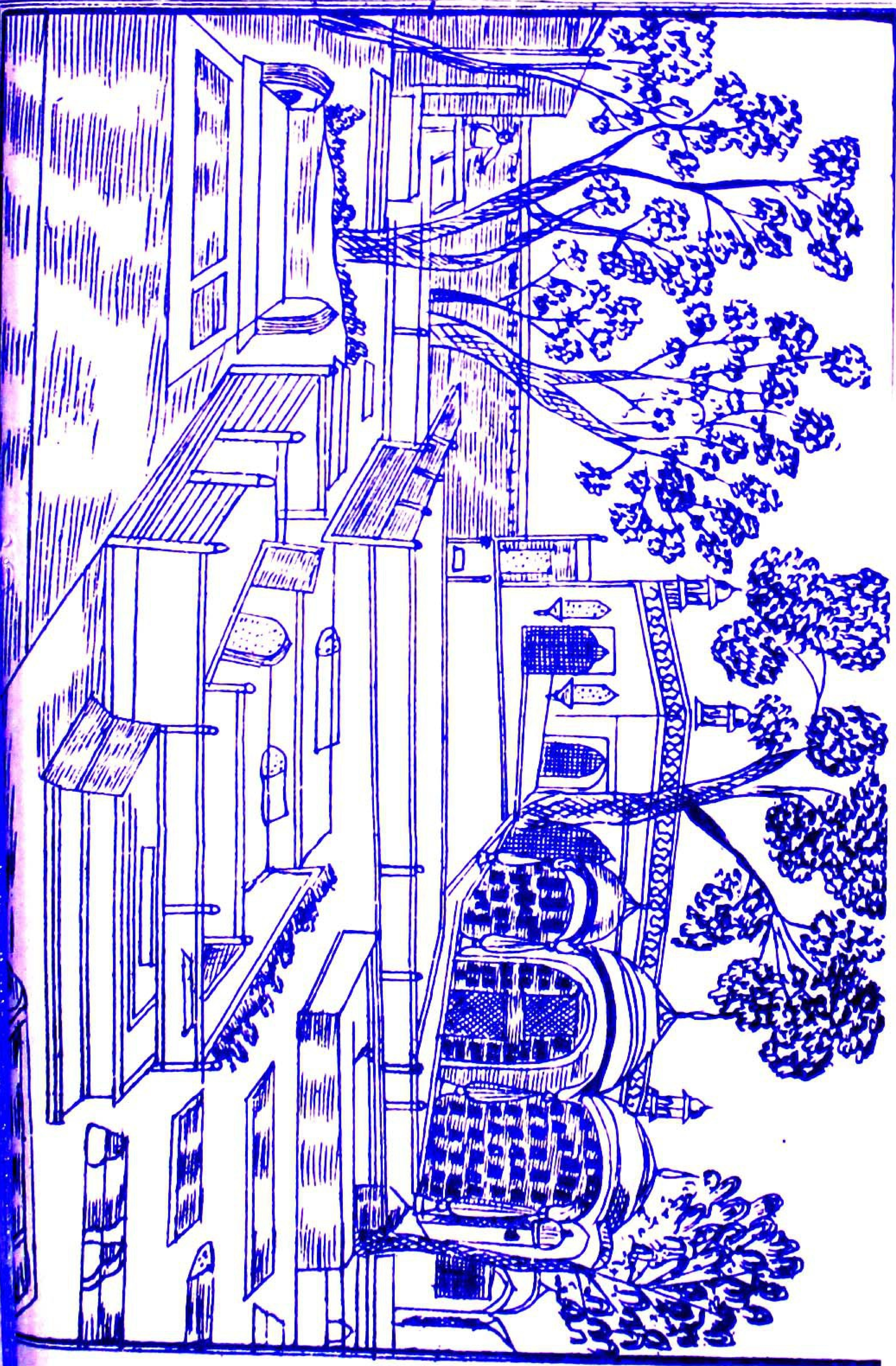
عاجز و عاصی بدرگاہش ہمی عاید حسین ۔۔۔ تا بیابد بنظرِ رحمت ہم نجاتِ یوم دین

بادنازل رحمتِ رضوانِ ربِ العالمین ۔۔۔ بر محمد خواجہ باقی ز اولیائے مقبلین

---

(۱) یہ قصیدہ تا حال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لوحِ مزار پر ثبت ہے اور سید احمد خاں نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں بھی اسے نقل کیا ہے (۲) آپ کی والدہ ماجدہ سادات سے تھیں اسلئے آلِ ختم المرسلین کہا۔

نقشہ قدیم درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز



نقشہ جدید درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ نور اللہ مرقدہٗ



شاملِ عرفانیاتِ باقیؒ